

# خنجر بکف

امجد جاوید



ممبئی کے علاقے جوہو میں موجود تین منزلہ پرانی عمارت کے نیچے ٹیکسی رُکی۔ اس میں سے نارائن داس نکلا۔ وہ جدید تراش کی پنٹون اور شرٹ میں ملبوس تھا۔ اس نے ایک نگاہ اُڑی ہوئی رنگت والی عمارت پر ڈالی، اُترتی ہوئی شام میں اس کا رنگ مزید بھدا لگ رہا تھا۔ اس کی پشت پر سمندر اور دانبی جانب نیم دائرے میں کہیں دور تک پھیلا ہوا ساحلی علاقہ تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر ادھر 'ادھر دیکھا اور عمارت کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ بارش ہو جانے کے بعد موسم اچھا ہو گیا تھا۔ سمندر سے آنے والی ہوا میں انجانی مستی بھر گئی تھی۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچا۔ اس کا سامنا تین آدمیوں سے ہوا جو اسے گھورتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ شکل ہی سے غٹے لگ رہے تھے۔ اس نے جیسے ہی دانبی جانب مڑنا چاہا، وہ تینوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک زیادہ عمر کے بندے نے نارائن داس سے کرخت لہجے میں پوچھا

"کدھر جانے کا؟"

تاؤ جی سے ملنے ہے۔" نارائن نے سکون سے کہا تو وہ تینوں الٹ ہو گئے، انہوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر اسی نے پوچھا

"کون ہو تم اور کیا کام ہے؟"

مینکام انہیں ہی بتاؤں...." اس نے کہنا چاہا تو سامنے کھڑے بندے نے تیزی سے کہا

"وہ نہیں ملے گا، سو رہا ہے، کل آنا۔"

میں نے فون کیا ہے بولو نارائن داس آیا ہے۔" اس نے خشک لہجے میں سختی سے کہا تو چند لمحے سوچنے کے بعد بات کرنے والے نے اپنے ساتھی "کو اشارہ کیا۔ ان میں سے ایک تیزی سے چلا گیا وہ تینوں وہیں کھڑے رہے۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ بندہ واپس آگیا۔ اس نے سر کا اشارہ کرتے ہوئے کہا

"آؤ۔"

وہ اس کے پیچھے چلتا چلا گیا۔

اس گھر کی ہر شے پرانی تھی۔ اسے لگا جیسے وہ ستر کی بدائی والے کسی گھر میں آ گیا ہو۔ کچن کی کے ساتھ ایک پلنگ پروہ بوڑھا ٹیک لگائے بیٹھا تھا سفید بال، کلین شیو، بنیان کے ساتھ دھوئی باندھے ہوئے۔ وہ اس کے چہرے پر دیکھتا رہا تھا جیسے کچھ تٹولنے کی کوشش میں ہو۔ نارائن نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمشکار کیا۔ بوڑھے تاؤ نے بھی نمشکار کرتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ قریب پڑی ایک پرانی طرز کی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

اتنے برس بعد آیا، کہل چلا گیا تھا۔ ویرولی والے واقعے کے بعد تم ایک دم سے غائب ہو گئے۔" تاؤ نے پوچھا

تاؤ، کیا اتنا کچھ سننے کو وقت ہے آپ کے پاس؟" نارائن نے دھیمے سے پوچھا پھر لمحہ بھر خاموش رہ کر کہا، "دوبارہ اگر میں مل سکا تو ضرور"

بتاؤں گا۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ تاؤ نے چند لمحے اس کی طرف دیکھا پھر بولا

"بول، کام کیا ہے؟"

نارائن نے اپنی پنٹون کی جیب میں ہاتھ ڈالا، اس کے ہاتھ میں کسی فیشن میگزین کا ایک صفحہ تھا۔ اس نے وہ کھولا اور تاؤ کی جانب بڑھتے ہوئے کہا

"ویرولی والے معاملے میں اس رات یہی میرے ساتھ تھی۔ اسی سے اس گینگ کا پتہ چلے گا۔"

"یہ تو فلم سٹار ہے؟" تاؤ نے وہ صفحہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا، پھر چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد بولا "کیا چاہتے ہو؟"

اسے کچھ دن اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔" نارائن نے کہا۔ اس پر تاؤ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ پھیرا اور پھر بولا

"کب....؟"

آج شام، ساری فیلٹنگ کر لی ہے، بس آپ کی یہی مدد چاہیے، کوئی محفوظ جگہ، صرف اتنی دیر کے لئے، جب تک وہ کچھ بتا نہیں دیتی۔" نارائن نے

کہتو اس کے لہجے میں سے غصہ جھلکے لگا تھا۔

میرے فون کا انتظار کرنا۔ تاؤ نے سر ہلاتے ہوئے کہا "

ٹھیک ہے تاؤ، اس کے بعد ہی کچھ نیا سکے گا۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمشکار کیا اور تیزی سے باہر کی جانب نکلتا چلا گیا۔

شام پھیل کر رات میں ڈھلنے لگی تھی۔ وہ فلیو سٹار ہوٹل کی لابی میں پہنچا تو اس کے انتظار میں کھڑا ایک نوجوان غیر محسوس انداز میں اس کی جانب بڑھا وہ یوں اس کے قریب آ گیا جیسے اس کے لئے اجنبی ہو۔ اس نوجوان نے دوسری جانب دیکھتے ہوئے کہا

"وہ اندر ہے، صرف دو لوگ ہیں اس کے ساتھ سیکورٹی کے لئے۔"

اس کے نکلنے پر نگاہ رکھنا۔" نارائن نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کا رخ اس بال کی طرف تھا، جہاں وہ فلم سٹار تھی۔ بال کے دروازے پر چند لوگ کھڑے تھے۔ ان کے منگنے سے پہلے ہی نارائن نے دعوتی کارڈ ان کے حوالے کر دیا۔ ان میں سے ایک بندہ ہلکا سا جھکا اور اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

خواب ناک ماحول میں اس نے دیکھا اور اندازہ لگایا کہ اندر پچاس سے زیادہ لوگ تھے۔ وہ ایسے کونے کی جانب چلا گیا جو نیم تاریک تھا۔ وہاں کسی فلم کے مہورت کے بعد ہونے والی پارٹی تھی۔ وہ فلم سٹار اسی فلم کی ہیروئن تھی۔ اس کے ارد گرد بہت سارے لوگ تھے۔ نارائن نے دیکھا، وہ پہلے سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی۔ وہ خود پر جبر کرنے اس لمحے کا انتظار کرنے لگا، جب اس نے ویل سے نکلتا تھا۔ یہ فلم سٹار قسم کی لڑکیاں جب گھر سے کسی تقریب کے لئے نکلتی ہیں تو ان کا بہت سارے لوگ انتظار کرتے ہیں، یہ خود انتظار کرواتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ پبلسٹی مل سکے، مگر جب

کسی بھی تقریب سے نکلتی ہیں تو پتہ ہی نہیں چلتا۔ انہیں اپنی سیکورٹی بھی چاہیے ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اچانک ہی رفو چکر ہو جاتی ہیں۔

دو گھنٹے کے طویل انتظار کے بعد اس نے فلم سٹار کی بے چینی بھانپ لی۔ نارائن اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھا وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ایک دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔ چند لمحوں بعد ہی وہ اس دروازے سے باہر چلی گئی۔ نارائن سرعت سے اٹھا اور اسی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ ایک راہداری

میں تیزی سے جا رہی تھی جس کے اختتام پر دروازہ تھا۔ اگلے ہی لمحے اس نے وہ دروازہ کھولا تو باہر سیکورٹی والے کھڑے تھے۔ نارائن تیزی سے آگے بڑھا اور دروازے تک جا پہنچا۔ فلم سٹار اپنی کار کی جانب بڑھ رہی تھی۔ یہی وہ لمحہ تھا جس کا اسے انتظار تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہسٹل نکالے اور انتہائی تیزی سے ان کے سر پر جا پہنچا۔ اس میں کسی بھی مہارت سے زیادہ صرف حوصلے کی ضرورت تھی۔ اس سے پہلے وہ صورت حال کو

سمجھتے نارائن نے ہسٹل کی نال فلم سٹار کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا

"مار دوں گا اگر کوئی حرکت ہوگی؟"

کک....کون ہو...." فلم سٹار نے کہنا چاہا تو اس نے نال سے دباؤ ڈالتے ہوئے کہا "

کار میں بیٹھو، بتاتا ہوں۔" یہ لفظ ابھی اس کے منہ ہی میں تھے کہ ایک سیکورٹی والے نے اس کی جانب اپنا ہسٹل کیا ہی تھا کہ نارائن نے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہسٹل سے اس پر فائر کر دیا وہ ٹکڑا ہوا نیچے گر ا وہ سب صورت حال سمجھ گئے تھے۔ فلم سٹار تیزی سے کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئی

تو نارائن بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ایک پستل اس نے فلم سٹار کے پہلو میں لگا دیا اور دوسرا ڈرائیور کی گردن پر رکھتے ہوئے سرد لہجے کہا ”تکلو باہر۔“

جب تک ڈرائیور باہر نکلا، تب تک اندھیرے میں موجود ایک نوجوان نکلا اور انتہائی تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس نے گنبر لگایا، اور کار تیزی سے بھگادی۔ اسے معلوم تھا کہ دو چارمنٹ بعد ہر طرف پتہ چل جائے گا۔ بیبی دو چار منٹ انتہائی قیمتی تھے۔ پوئل سے باہر آ جائے تک کا انتہائی رسک تھا۔ اس لئے وہ پوری طرح محتاط تھا۔ نوجوان نے بڑی مہارت کے ساتھ کار کو پوئل کی پچھلی طرف سے نکال کر سامنے کی طرف لایا اور پھر نکلتا چلا گیا۔ وہ پوئل سے باہر آ گئے۔ چند منٹ میں روڈ پر رہنے کے بعد اس نے کار ایک چھوٹی سڑک پر ڈال دی۔ ایک جگہ سامنے سڑک کنارے سیاہ وین کھڑی تھی۔ نوجوان نے کار وین روکی اور خود باہر نکل آیا۔ نارائن نے فلم سٹار کو گھسیٹ کر اس وین میں ڈالا۔ تب تک نوجوان وین کی ڈرائیونگ سیٹ آن پہنچا۔ اگلے چند لمحوں میں وہ وین سے نکلتے ہوئے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

وہ سمندر ر کنارے ساحلی پٹی کے ویرانے میں ایک پرانا سا لکڑی کا بنا ہوا کٹیج تھا۔ اندھیرے میں وہ کوئی بھوت بنگلہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ نوجوان نے وین اس کٹیج کے سامنے جا روکی، اس نے بڑے سکون سے باہر والا پھٹک کھولا اور واپس آ کر وین اندرونی دروازے کے قریب لے جا کر روک دی۔ نارائن نے خوف زدہ سی فلم سٹار کی طرف دیکھ کر کہا

”چل نکل باہر۔“

وہ نکلا اور اس کٹیج میں چلے گئے جو جانتے کب سے کسی کے استعمال میں نہیں تھی۔ وین سمیت وہ نوجوان باہر ہی سے پلٹ گیا تھا۔ ایک دھول جمی ہوئی بونی کرسی پر بیٹھتے ہوئے فلم سٹار نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا

”کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟“

ارے میری جان، اتنی جلدی بھی کیا ہے مگر۔! افسوس مجھے اس بات پر ہے کہ تم اتنی جلدی مجھے بھول گئی ہو؟“ نارائن نے اس کی پشت سے ”

سامنے آتے ہوئے کہا

”میں سمجھی نہیں؟“

تم اس وقت بھی ناسمجھ تھی میری جن مگر اب تم ناسمجھی نہیں کرو گی۔ جو پوچھوں گا، وہ سب بتادو گی۔ ورنہ....“ آخری لفظ کہتے ہوئے اس کے ”

لہجے میں حد درجہ غصہ بھڑک رہا تھا۔

کیا چاہتے ہو تم؟“ فلم سٹار نے خوف زدہ لہجے میں الجھتے ہوئے پوچھا ”

صرف اتنا بتا دو، داوڑے اور اس کے لوگوں کو کس نے مروایا تھا؟“ نارائن نے بالکل اس کے سامنے فرش پر گھٹے لگا کر بیٹھتے ہوئے پوچھا ”اس

لڑکی کے منہ سے بے ساختہ نکلا

....نٹّا“

ہل، میں نٹّا....جس کی تو صرف تین دن رکھیل رہی اور بدلے میں کیا ہوا، تم نے میرے سارے ساتھی مروا دیئے۔ پھر مجھے مارنے کو کتنا تلاش کیا“ میرے دشمنوں نے؟ یہ تم نہیں جانتی، کیونکہ تم تو ایک فلم سٹار بن گئی۔ اچھا ہے، ہر کوئی اپنا فائدہ لیتا ہے، تم نے بھی لیا، کوئی بات نہیں۔ بس اب جلدی سے بک دو، کون تھے وہ لوگ۔“ یہ کہتے ہی نٹّا نے ایک زور دار تھپڑ اس کے منہ پر مارا تو وہ الٹ کر فرش پر جا پڑی۔ فلم سٹار کی آنکھوں سے خوف ایل رہا تھا۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ خواب ہے یا حقیقت۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے نارائن کو دیکھنے لگی۔ اس کے لپ اسٹک لگے لبوں سے خون بہہ نکلا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے اٹھی اور ہلٹے جوڑ کر بولی

نٹّا.... یہ تب کی بات تھی، تین برس پہلے، مجھے صرف تم لوگوں کا پتہ بتانے کی بڑی رقم دی گئی تھی۔ میں نے ایک ماہ میں تم لوگوں کو تلاش کیا تھا۔ میں نہیں جانتی ہو کون تھے وہ لوگ اور....“ لفظ اس کے منہ ہی میں تھے کہ نارائن نے اسے بالوں سے پکڑا اور اس کا سر فرش پر دے مارا، فلم سٹار کی پیشانی سے خون بہہ نکلا۔

صرف سچ بتاؤ، ورنہ ایک ایک بوٹی الگ کرو نگا تمہاری۔“ اس نے غراتے ہوئے پوچھا وہ گڑگڑانے والے انداز میں روتے ہوئے بولی ”

بھگوان کے لئے نٹّا، میرا یقین کرو مجھے تو سلیم سٹاکا نے یہ آفر کی تھی، اسی نے مجھے فلم میں بیرونی بنایا، اور تو تین فلمیں لے کر دیں یہ آج جس ”

”فلم کی مہورت والی پارٹی تھی۔ اس کی دوسری فلم ہے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی، نٹّا، میرا یقین کرو۔

ارے چکنی، تو کلیے کو اس بھری جوانی میں مرنا چلتی ہے۔ بتا دے۔“ یہ کہہ کر وہ ایک لمحے کو رکا، پھر بولا، ”دیکھ ہمارے بعد اس علاقے میں ”

رگھو ٹٹٹیا نے سارا کام سنبھالا۔ وہی بے یاس کے پیچھے کوئی دوسرا ہے، چل کنفرم کر، جلدی بول۔“ نارائن نے دیوانوں کی مانند اس کے بال پکڑ کر

پوچھا تو وہ ایک دم ساکت ہو گئی پھر بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی

نٹّا، تم بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔ میں نے تمہیں بتا دیا تو تم ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے ہو، لیکن مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ اب تم مارو یا وہ ”

، ایک ہی بات ہے۔ لیکن تمہارا کیا حشر ہوگا، تم نہیں جانتے ہو۔

میں روز مرا ہوں اور روز جیا ہوں۔ میں کب کا مر گیا ہوتا، مجھے صرف ان کے انتقام نے زندہ رکھا ہے۔ تو بتا دے، بس تیرے پاس یہ آخری منٹ ہے، ”

بتا دے تو ٹھیک ورنہ اب میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔“ اس نے ہانگوں کی طرح کہتے ہوئے اپنا پستل نکال لیا۔ فلم سٹار کی آنکھیں پھیل گئیں۔ نارائن نے نال

اس کے ماتھے پر رکھی۔

راج مٹھل....”فلم سٹار نے تیزی سے کہا، ”جوہو، ویرولی اور دادر میں اسی راج ہے، وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اسی کے ایک اشارے پر داوڑے کا“

”گینگ ختم ہو گیا۔ سلیم سٹاکا، رگھو ٹٹٹیا جیسے کئی لوگ اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ تجھے تو وہ چکنی میں لے کر مسل دے گا۔

راج مٹھل....“ نارائن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ جس بندے کا نام لے رہی ہے وہ کون ہے۔ اسے پہلے شک تھا، اب یقین ہو گیا تھا۔ ”

کیوں ہو گئی نا بولتی بند۔ چھوڑ دے مجھے اور اپنی زندگی میں واپس لوٹ جا، اسی میں تیری بھلائی ہے۔“ فلم سٹار کو تھوڑا حوصلہ ملا تو وہ تیزی ”

سے کبھی چلی گئی۔

ٹو سچ کہہ رہی ہے نا، وہ راج مٹھل ہے؟“ نارائن نے پوچھا ”

ہل ہل سچ کہہ رہی ہوں۔“ فلم سٹار نے دہرایا ”

چل پھر لگا فون اس کو، بول اُسے کہ نٹّا نے تجھے اغوا کیا ہے۔“ نارائن نے غراتے ہوئے کہا تو فلم سٹار کی آنکھوں میں شدید حیرت تیرنے لگی۔ اسے ”

پھر سے یقین نہیں آ رہا تھا کہ نٹّا اپنی موت کو خود کیسے گالے لگا رہا ہے۔ نارائن نے کار سے اس کا سیل فون اٹھا لیا تھا۔ اس نے وہ اپنی جیب سے نکالا

”اور فلم سٹار کے سامنے کر دیا۔“ لگا فون۔

وہ تجھے....“ فلم سٹار نے کہنا چاہا تو نارائن نے گھما کے تھپڑ مارتے ہوئے کہا ”

”تیری مل کی.... لگا فون۔“

فلم سٹار نے فون لیا اور نمبر پش کرنے لگی۔ رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا۔ اس نے اسپیکر آن کر دیا۔

اے ایٹم کہل ہے تو۔“ دوسری طرف سے آواز ابھری ”

راج بھائی سے بات کراؤ۔“ فلم سٹار نے تیزی سے کہا ”

مجھ سے کر لو نا۔“ دوسری طرف سے کسی نے کہا اور قہقہہ لگا دیا ”

ابے.... بات کرا راج بھائی سے۔“ وہ چیخی ”

چل کر تا ہوں، پن اتنی جلدی کلیے کی ہے۔“ اس نے اور چند لمحوں کے بعد ایک بھاری آواز گونجی ”

”ہل بول، سنا ہے تجھے کسی نے اٹھایا ہے۔“

ہل راج بھائی، میں اسی کے سامنے ہوں وہ تم سے بات کرنا چلتا ہے۔“ اس نے تیزی سے کہا ”

ارے واہ، اتنی ہمت کس سالے میں پیدا ہو گئی، کر بات۔“ بھاری آواز میں کسی نے غصے میں کہتا ہوا نارائن نے فون پکڑ لیا، پھر خود پر قابو پاتے ہوئے ”

بول

”مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی، حساب بھی چکنا کرنا ہے۔ بھڑوے صرف اتنا بول، ویرولی میں داوڑے اور اس کے لوگوں کو تو نے مروایا تھا؟“

کون ہے ٹو....؟“ بھاری آواز والے نے پوچھا ”

بتا دے تو ٹھیک، خود تم سے ملوں گا، ورنہ اس آئیٹم نے جو کہا، وہی مان لوں گا۔ یوں اگر ہمت ہے تو۔“ نارائن نے اسے غصہ دلانے کے انداز میں کہا ”

ہل، مینے خلاص کروا کے اپن کا گینگ لگایا ادھر، چل ہل کون ہے ٹو؟“ بھاری آواز والے راج نے کہا تو نارائن کے پورے بدن میں آگ پھیل گئی ”

اسے خود پر قابو پاتے میں چند لمحے لگے پھر بولا

....نٹّا، جسے تم لوگوں نے ”

اپنے تیری مل کی آنکھ، ٹو جندہ ہے ابھی۔“ دوسری طرف سے راج نے قہقہہ لگاتے ہوئے۔ نارائن نے فون بند کر دیا۔ پھر فلم سٹار کو واپس کرتے ہوئے ”

کہا

چل، تجھے چھوڑا۔“ اس نے کہا اور اسے کرسی کے ساتھ باندھنے کے لئے رسی اٹھا لی۔ اسے معلوم تھا کہ سیل فون کل کی وجہ سے چند منٹوں میں ”

اس جگہ کی نشان دہی ہو جائے گی۔ اور کسی کو بھی ہل پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ ادھا گھنٹہ لگے گا۔ اتنے وقت میں وہ یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

اگر تو نے مجھے چھوڑ دیا ہے تو ایک کام کر، مجھے شہر میں کسی جگہ چھوڑ دے۔“ فلم سٹار نے کہا تو نارائن اسے باندھتے ہوئے بولا ”

”اُدا گھنٹہ انتظار کر، وہ لے جائیں گے تجھے۔“

نہیں، وہ نہیں آئیں گے۔ ناگر آئے بھی تو مجھے مار دیں گے۔ پولیس کو بھی نہیں بتائیں گے۔ تو مجھے چھوڑ دے بس۔“ فلم سٹار نے کہا تو نارائن نے رسی ایک طرف پھینکی۔ اس کے گلے میں پڑا سکارف لے کر اس کے ہاتھ بندھے اور اسے لے کر باہر آ گیا۔ وہ چند قدم ہی بڑھا تھا کہ دروازے پر وہی وین آ رکی۔ نوجوان ٹرانسپور نے ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہیں نکلا۔ جیسے ہی وہ دونوں بیٹھے، اس نے وین بڑھا دی۔

ساحلی پٹی پر دور چند بوٹل کھلے ہوئے تھے جہی وہ جگہ تھی جہاں رات گئے تک غنڈے مالی عیاشی کرتے تھے۔ خارائن نے اس طرف دیکھ کر فلم سٹار سے پوچھا

”یہاں چھوڑ دو؟“

ہاں جیس چھوڑ دو۔“ اس نے کہا تو نوجوان نے بریک لگا دینی فلم سٹار اتر کر بولی

”تو نے مجھے چھوڑ دیا، اس کا انعام لینا جانا“ اس نے ڈرامائی انداز میں کہا پھر بولی، ”راج سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ ملایا دیوی تجھے“ وہی بچا سکتی ہے بس۔“ یہ کہہ کر وہ پلٹی اور ان بوٹل کی جانب بھاگ نکلی۔

ملایا دیوی۔“ نارائن لبوں میں بڑبڑا کر رہ گیا تب تک نوجوان ٹرانسپور نے وین بھاگ لی تھی۔“

.....

کون نے یہ ملایا دیوی؟“ نارائن نے اپنے دوست مائے سے پوچھا۔ جس کے پاس وہ کچھ دیر پہلے پہنچا تھا مائے نے اسے چائے کا کپ تھماتے ہوئے کہا” میں نہیں پوچھوں گا کہ یہ تمہیں کس نے بتایا، لیکن میں ملایا دیوی کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک خوف کا نام ہے۔ ایک سال کے آس پاس ”ہو گیا ہے اس مارکیٹ میں آئے۔ لیکن وہ بے کون، اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کوئی اس تک نہیں پہنچ سکا۔

تو پھر اس نے مجھے غلط راہ پر ڈال دیا، مجھے اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے تھا۔“ نارائن نے افسوس سے کہا

چل تو ساری رات کا جاگا ہوا ہے، سو جا۔ مجھے کام پر جانا ہے، واپس آ کر بات کرتے ہیں۔“ مائے نے کہا اور اٹھنے لگا۔

پر یہ راج کا پتہ تو اس نے دیا، بات ہوئی اس سے۔“ نارائن نے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولا

تو نے اسے چھوڑ دیا اچھا کیا، راج اب تیری تلاش میں نکلے گا تو پتہ چل جائے گا کہ اس نے ٹھیک کہا تھا یا غلط، تیری راج ہی سے بات ہوئی تھی یا کسی اور سے، تو سو جا۔ شام کو بات کریں گے۔“ مائے بولا اور تولیہ اٹھا کر واش روم میں چلا گیا۔ اس نے بھی سوچنے کی بجائے سوجانے کو ترجیح دی۔

اس کی آنکھ دوپہر سے پہلے ہی کھل گئی وہ نہا دھو کر فریش ہوا پھر ایک کپ چائے بنا کر وہ کھڑکی میں آ بیٹھا۔ سامنے لوگوں کا بجوم آ جا رہا تھا۔ یہ بنو مان مندر کے پلس والاویرونی ہی کا ایک علاقہ تھا وہ ایک پلاننگ کے اپارٹمنٹ میں تھا جہاں اس کا دوست مائے کئی برس سے رہ رہا تھا وہ بھی گنگا نگر کا تھا، اس کے بچپن کا دوست۔ ساری دنیا میں اگر اسے کسی پر یقین تھا وہ یہی مائے ہی تھا۔ اس نے چائے کی چسکی لی اور واپس نرم گدے پر آ بیٹھا۔ اسے وہ دن یاد آئے لگا، جب قدرت نے اسے دوبارہ نئی زندگی پانے کا موقع دیا تھا وہ ماضی میں کھو گیا۔

اس دن نارائن داس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو بڑے نفیس اور نرم گدے پر پایا تھا وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے اپنی کلائی پر چٹکی بھری تو احساس ہوا کہ نہ صرف وہ جاگ رہا ہے بلکہ بوش میں بھی ہے۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کی حیرت اس قدر بڑھی کہ وہ بے ہوش ہونے والا ہو گیا وہ ایک صاف ستھرے کمرے میں تھا۔ کمرے میں اس قدر صفائی ستھرائی دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا ورنہ تو آنکھ کھلتے ہی اپنے ارد گرد غلط، پلن کی پیک بھری دیواریں، دھول مٹی یا گارے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے ناک کو سکیڑ کر سونگھا تو بدبو نہیں آ رہی تھی، اس نے گھبرا کر دیکھا، اس کا اپنا لباس بھی صاف تھا وہ میلے چمک بدبو دار کپڑے نہیں تھے۔

کسی نے میرے کپڑے اُتارے اور ....“ وہ گھیراٹ میں مزید نہ سوچ سکا۔ کئی خیال اس کے دماغ میں آکر رفو چکر ہو گئے۔ اس نے اپنے دماغ کو جھٹکا ”اور حیرت سے اپنے چاروں طرف دیکھ بڑبڑاتے ہوئے بولا

”ہائے بھگوان میں کہل ہوں؟“

اسے کمرے میں کوئی بھی دکھائی نہیں دیا وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ کل رات وہ فٹ پاتھ پر تھا۔ کل شام کی ذلالت وہ کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ ہمیشہ کی طرح کل شام بھی اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔ وہ نشہ پورا کرنے اور پیٹ کی آگ بجھانے کو نکل پڑا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے ملیوسی نے آن گھیرا تھا شہر کے اس علاقے میں کسی سیاسی جلسے میں افراتفری پھیل جانے کے باعث اس علاقے میں ہو کا عالم ہو گیا تھا۔ بوٹل تک بند ہو گئے جہاں سے وہ مانگ کر کھانا کھا سکتا تھا۔ اسے کھانا نصیب نہیں ہوا تھا۔ دن ڈھل گیا، اور وہ خالی پیٹ بلبلاتا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ گھوم پھر کر واپس اپنے ان مالیوں میں آ گیا جن کے ساتھ وہ نشہ کرتا تھا۔ وہ بھی سب اسی کی طرح تھے۔ ان کی دھنسی آنکھوں میں سے بھوک کے ساتھ بے بسی جھانک رہی تھی بھوکے پیٹ اور نشے کی طلب نے اسے بے حال کر کے رکھ دیا تھا۔ اسے اپنی حالت پر رحم آنے لگا وہ سبھی کیڑے مکوڑوں کی مانند فٹ پاتھ پر کلیلا رہے تھے۔ ممکن تھا کہ ان میں سے کوئی مر بھی جاتا کسی کو کسی کا بوش نہیں تھا۔ وہ سبھی نیم مردہ حالت میں وہل پڑے تھے۔

بے بسی میں اُلجھی ہوئی رات کا پہلا پھر ختم ہوئے کو تھا۔ ایسے ہی وقت مینان کے پاس ایک کار آ کے رکی۔ اس میں سے دو آدمی نکل کر ان کے پاس جا پہنچے۔ ان کے ہاتھ میں کافی سارے چھوٹے چھوٹے چھوٹے شاپر بیگ تھے۔ انہوں نے وہ شاپر بیگ ان میں ہاتھ دئیے۔ ان میں کھانا تھا۔ اس کے ساتھ ہی چرس کی تھوڑی تھوڑی ٹکڑی ان میں ہاتھ دی گئی۔ تبھی فٹ پاتھ پر پڑے ان کیڑے مکوڑے نما مخلوق کی تو جیسے دنیا ہی بدل گئی۔ انہوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ کون تھے اور کہاں سے آئے اور کدھر چلے گئے۔ وہ کہانے پر جھپٹ پڑے تھے اور پھر چرس بھرا دھواں اڑاتے اڑاتے نجانے کب وہیں فٹ پاتھ پر بی ڈھیر ہو گئے تھے یہ انہیں بالکل بھی یاد نہیں تھا کہ وہ سونے تھے یا مذبذب ہو گئے تھے۔

نارائن داس، نرم گدے پر سے اٹھا اور کمرے کے دروازے پر آن کھڑا ہوا۔ اس نے گھر کی چھوٹی سی دیوار سے باہر دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ وہ ممبئی کی جھونپڑ پٹی کے غلیظ علاقے میں موجود اس چھوٹے سے گھر میں ہے۔

کیا میں اڑ کر یہاں آ گیا ہوں؟“ اس نے انتہائی احمقانہ انداز میں حیرت سے سوچا پھر اپنی ہی اس احمقانہ سوچ پر لعنت بھیجتے ہوئے کمرے سے باہر آ گیا تبھی اس کی نگاہ کلبک نما رسوئی پر پڑی، وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی

”دیکھا، وہ کالی بھجنجی سنی مقامی عورت تھی، وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی

”اُنہ گئے کا؟ آپ پھورن نہائی لو، میں گرم گرم پرائیہ بنائی کے لائی، چائے بھی بس بنائی سمزو۔“

کون ہو تم اور یہ سب کیا ہے؟“ اس نے پوچھا

کہا نا ....، نہائی لو، کچھ کھائی پی لو، پھر بات کرت ہوں۔“ ادھیڑ عمر عورت نے اکتانے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوئے کونے ”میں بنے ہاتھ روم کی جانب چل دیابت اسے پیچھے سے آواز سنائی دی،“ اے، شیو کا سارا سامان پڑا ہے بنا لینا۔

وہ ہاتھ روم سے فریش ہو کر شیو بنا کے کمرے میں آگیا۔ وہ گدے پر بیٹھا تو وہ مقامی عورت ناشتہ رکھ گئی۔ اس کے سامنے گھی میں تلے ہوئے پرائیے، اچار، بھاجی، مکھن کے ساتھ چائے کا ایک بڑا سارا پیالہ رکھا ہوا تھا وہ سوچنے لگا، نجانے کب اور کس زمانے میں ایسا ناشتہ کیا تھا کدھ کی ایک لہر اس کے اندر سرایت کر گئی۔ اس کا دل بھر آیا۔ اس کا ماضی پوری طرح ہی تلب ہو کر اس سامنے آن کھڑا ہوا تھا جسے وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر ان لمحوں نے سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ اس نے اپنی نم آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھا اور کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

وہ کھانا ختم کر چکا تو وہی مقامی عورت اندر آئی، جس وقت وہ برتن اٹھا رہی تھی، تب اس نے پوچھا

”یہ سب کیا ہے؟ اور کون ہو تم؟“

ابھی تم کو آرام کرنے کا، سب پتہ چل جاوے گا دھیرج رکھو۔“ اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا اور برتن سمیٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ اسے گئے ہوئے چند منٹ ہی ہوئے ہونگے۔ اس نے اپنے گھر کے کھالے دروازے میں دیکھا، دو آدمی اندر آ گئے۔ وہ دونوں ادھیڑ عمر تھے اور اپنی وضع قطع سے پیسے والے لگ رہے تھے وہ سیدھے اس کے پاس آ گئے۔ وہ چند لمحے اسے کھڑے کھڑے چند لمحے اس کی جانب دیکھتے رہے پھر ان میں سے ایک آدمی بولا

نارائن جی، ہم کون ہیں، اس بارے جاستی سوچنے کا نہیں بن تمہارے واسطے ایک نئی زندگی لے کر آیا ہوں۔“ اس نے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو نارائن

نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے تجسس سے پوچھا

”مجھے کرنا کیا ہوگا؟“

وہ جانتا تھا کہ ممبئی جیسے شہر میں کوئی بنا مطلب کسی کی طرف دیکھتا بھی نہیں ہے یہ کون ہیں جو اس کے لئے زندگی لے کر آئے تھے وہ دونوں اس کی طرف دیکھتے رہے پھر وہی بولا

”یہ ہمیں نہیں معلوم، اپن بس ٹیل کرنے آ یا ہے؟“

کیسی ٹیل؟“ اس نے پھر اپنی کھوکھلی سی آنکھوں میں اکٹاٹ سمیٹتے ہوئے پوچھا تو وہی ادھیڑ عمر جذباتی انداز میں بولا

اگر تم نئی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے ساتھ چلو پھر سے وہی سٹرونگ مین بن جاؤ، ہمیں تو ادھر پڑا رہو، تم کو پیسہ ملتا رہے گا، کھاپیڑ، نشہ کرو اور ”اس کھولی میں مر جاؤ۔“

کس نے بھیجا ہے تمہیں؟“ اس نے کافی حد تک سمجھتے ہوئے پوچھا

اپن خود نہیں جانتا ہم تمہیں تمہیں بولو؟“ وہ تیزی سے بولا تو اگلے ہی لمحے نارائن نے فیصلہ کن لہجے میں کہا

”چلو۔“

یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔ بات کرنے والے نے باہر چلنے کا اشارہ کیا وہ سلیمین پہن کر چل پڑا۔ برآمدے میں وہ کالی بھینگ عورت اس کی طرف دیکھتے ہوئے خاموش کھڑی رہی۔ وہ تینوں باہر گلی میں آئے ، جس کی کچڑ پر ایک چھوٹی سی گاڑی کھڑی تھی جیسے ہی وہ جھونپڑ پٹی سے نکل کر میں روڈ پر آئے ، انہوں نے وہ چھوٹی گاڑی چھوڑی اور ایک بڑی فور ویل میں بیٹھ کر چل دیئے ۔ نارائن سمجھ گیا کہ وہ جھونپڑ پٹی میں لوگوں کو متوجہ نہیں کرنا چاہتے تھے کوئی دو گھنٹے بعد ان کا سفر ایک پبلتھ کنٹینر سٹنر پر ختم ہوا فور ویل پورچ میں رکی جہلے وہ دونوں اترے پھر نارائن اتر کر ان کے ساتھ اندر چل دیا۔ لاؤنج میں ایک بندہ کھڑا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرکے وہ ادھیڑ عمر بولا

”یہ تمہارا بہانا ہر طرح سے خیال رکھے گا ، ادھر رہو ، ابھی تمہیں ڈاکٹر دیکھنے آ جائے گا۔ اوکے ۔“

ٹھیک ہے۔“ اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو دونوں کوئی بات کہنے بغیر واپس مڑ گئے وہ انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا ۔<sup>1</sup>

نارائن پبلتھ کنٹینر کے کمرے میں تنہا تھا۔ اسے لگا جیسے ماضی اس کے چاروں جانب آگ آ یا ہو۔ اس نے دیوار سے ٹیک لگا ئی اور سوچنے لگا ۔ کون یہ میرا مہربان؟ کوئی شریف آدمی تو ہو نہیں سکتا۔ وہی کر سکتا ہے جو اس کی جرم والی زندگی سے واقف ہو یہ نئی زندگی وہ یونہی نہیں دینا چاہتا تھا، کوئی ایسا کام تھا ، جو اس کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا، وہ کون تھا؟ یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جلد یا بدیر وہ اس کے سامنے آئے والا ہے ، اس لئے اس نے یہ سوچنے پر سر ہینکھ لیا بلکہ ان دنوں کو یاد کرنے لگا، جب وہ کالج کے آخری دنوں میں تھا، اس پر پیسے بنانے کی دھن سوار ہوئی تھی ۔ اس کی وجہ سمیتا دیوی تھی ۔ وہ ان کے گھر سے چند گھر چھوڑ کر اپنے مل باپ کے ساتھ رہتی تھی ۔ وہ گنگا نگر کے علاقے میں موجود کواٹر نما گھروں میں رہتے تھے ساتھ ہی کئی کارخانے تھے ، جہل پر سمیتا دیوی کی مل اور باپ دونوں الگ الگ شفٹ میں کام کرتے تھے نجانے وہ کب اسے اچھی لگی اور اسے اپنا دل دے بیٹھا تھا محبت کی یہ آگ بھڑکی تو اس نے سمیتا دیوی کو بھی لیٹ میں لے لیا۔ دونوں ایک دوسرے سے ملنے لگے بات شادی کرنے تک ان پہنچی تھی ۔

دیکھ سمیتا ۔! میں کالج میں فائنل امتحان دیتے ہی نوکری پر لگ جاؤں گا ۔ بلیو نے ادھر فیکٹری میں بات کر لی ہوئی ہے جس دن نوکری لگی ، اسی دن ” تیرے گھر میں مٹا پتا کو بھیج دوں گا۔“ نارائن داس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تب تک اگر میرے پتا نے کہیں اور بات کر دی تو مجھ پر الزام مت دینا۔“ سمیتا نے بڑی معصومیت میں اپنی بے قراری کا اظہار کیا ” ارے ایسے نہیں ہوگا بھائی ، اگر ہوا بھی تو پھر تم ہی کچھ کروگی ۔“ نارائن نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا ” ہل، میں تو یہی کر سکتی ہوں نا کہ پڑھائی کے بہانے کچھ وقت لے لوں۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی ” بس تو پھر ایسے ہی کر ، تو پڑھ، جب تک میری نوکری نہیں لگ جاتی۔“ اس نے حتمی لہجے میں کہا۔ ” وہ مان تو گئی لیکن وہی بول گیا جس کا اسے ٹھیک تھا ، ابھی نارائن کے فائنل امتحان کچھ دور تھے ۔ ایک دن سمیتا دیوی نے اسے بتایا کہ آج شام ان کے گھر اس کی خالہ آ رہی ہے ۔ اس کے ساتھ اس کا بیٹا میٹھس بھی ہے ۔ میٹھس ادھر ہی رہے گا ، یہ کارخانے میں نوکری کرے گا ۔ بلیو نے ہی انہیں بلایا ہے ۔ یہ پکی بات ہے کہ اس کی شادی بھی میٹھس ہی سے ہو جائے گی ۔

اب کیا کروں؟“ نارائن نے تشویش سے پوچھا

کرنا کیا ہے ، ابھی تو وہ آئے گا، نوکری کرے گا ، کچھ پیسہ کمائے گا ، تب بات چلے گی ، تو ایسا کر تھوڑا پیسہ بنا نوکری کر ، پھر میں بھی تیری بات ہی کروں گی ، ابھی کیا بات کروں؟“ سمیتا نے اسے راستہ دکھایا۔

چل تیری بات مانی خود مہینے میں پیسہ بناتا ہوں ۔“ اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا، اس نے عزم کر لیا کہ وہ سمیتا کو ہر قیمت پر حاصل کرے گا ۔ ” اگلے ہی دن وہ کالج میں اپنے کلاس فیلو داوڑے کے پاس جا پہنچا ، جو کالج ہی میں ٹرگ کا دھندا کرتا تھا وہ بھی گنگا نگر کا ہی تھا۔ دونوں بڑے دوست تھے ۔ لیکن جب سے اس نے ٹرگ کا دھندا کیا تھا، نارائن اس سے دور رہنے لگا تھا۔ دیکھ میں صرف اتنا ہی پیسہ بنانا چاہتا ہوں ، جس سے میری ضرورت پوری ہو جائے اور ....“ اس نے اپنی بات پوری کرنا چاہی لیکن داوڑے نے اس کی ” بات کاٹتے ہوئے کہا

”بات سن ، پہل آنے کا راستہ ہے ، لیکن جانے کا نہیں۔ تُو ایک اچھا لڑکا ہے ، جانے دے ، تھوڑا بہت پیسہ چاہئے تو وہ مجھ سے لے لے ۔“

مجھے نہ تو بھیک چاہئے اور نہ تھوڑا پیسہ ، مجھے بس پیسہ کمانا ہے اور بہت کماتا ہے ۔“ نارائن نے دو ٹوک لہجے میں کہا ”

یار تیرا مسئلہ سمیتا دیوی ہے نا ، اس کے لئے بہت ہوگا ۔“ داوڑے نے سمجھایا تو نارائن نے کہا

باتھی نکل بھی گیا اور دم پھنس گئی تو ....؟ ایسا نہیں، ایسا نہیں چلے ، تُو بس مجھے کام دے اور میں خوب کما لوں ، پھر میں نکل بھی آؤں گا۔“ اس بار ”

نارائن نے اُگتے ہوئے کہا ہے ، جس پر داوڑے کچھ دیر تک خاموش رہا پھر چٹکی بجاتے ہوئے بولا

”چل آ ، تجھے آج ہی کام دیتا ہوں ، ایک پیکٹ پہنچا کے آ ۔“

وہ پہلا پیکٹ بڑے آرام سے دے آیا تھا ۔ واپسی پر جو اسے رقم ملی، اسے دیکھ کر وہ خود حیران رہ گیا۔ اک دم اتنا پیسہ؟

ارے نا، ایسے کیا دیکھتا ہے ، یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، دو مہینے میں تجھے نہال کر دوں گناجا اب آرام کر، کل ایک پیکٹ اور دے انا۔“ داوڑے نے کہا تو وہ ”

خوشی خوشی چلا گیا تھا۔

اس نے جتنی رقم سوچی ہو ئی تھی، وہ اس نے ٹیڑھ ماہ میں بنا لی۔ وہ زیادہ کا لالچ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سو اس نے ایک دن حتمی بات کرنے کے لئے سیمٹاکو بلا لیا۔ وہ پورے وقت پر اگئی۔ ایک درمیانے درجے کے ریسٹوران میں کھانا کھاتے ہوئے اس نے سمیتا کو یہ خوشخبری سنا دی کہ اس کے پاس اتنی رقم ہو گئی ہے کہ چھوٹا موٹا کاروبار کر سکے۔ سمیتا بھی خوش ہو گئی۔ اس نے نارائن سے یہ پوچھنے کی کوشش تو کی کہ یہ اتنی رقم کہاں سے آئی ، لیکن نارائن کے ٹال جاتے پر اصرار نہیں کیا۔ انہوں نے پروگرام بنا لیا کہ شادی کے لئے انہوں نے کیا کرنا ہے۔ وہ دونوں اپنے کام کا پلان کرنے لگے۔ کئی سنہرے خوابوں بھی ایک دوسرے سے شیئر کرتے رہے۔ بس وہ موقع دیکھ رہے تھے کہ کب سمیتا کی منگنی بارے بات ہو ۔ وہ وقت بھی جلد ہی آ گیا۔ اس نے اپنے پتا کو منا لیا تھا۔ یہ بات اس نے نارائن کو اس دن بتائی جب وہ دونوں سارا دن بیچ پر موج مستی کرتے رہے تھے۔

وہ دونوں خوش تھے ۔ یہ سمیتا ہی کا جذباتی پن تھا کہ وہ نارائن کو جلد از جلد حاصل کر لینا چاہتی تھی ۔ ایک دن جب وہ فلم دیکھ کر واپس پلٹے تو ہواؤں میں تھے۔ اس دن انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگلے ہفتے میں وہ شادی کر لیں گے ۔ سمیتا اپنے گھر چلی گئی اور وہ اپنے گھر۔

اگلی صبح وہ کالج کے سامنے پہنچا ہی تھا کہ پولیس والوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک کنستبل آگے بڑھا اور اس نے پوچھا

”اے او بھڑو کی ، تیرا نام ہی نارائن عرف ننا ہے نا؟“

ہل تو ، پر بات کیا ہے؟“ اس نے گھبراتے ہوئے کہتا واکلے ہی لمحے اس پر تھپڑ وں مکوں اور ٹشوں کی بارش ہو گئی۔ اسے یہ ہوش ہی نہیں رہا کہ کب ” پولیس نے اسے گاڑی میں ڈالا اور کب پولیس اسٹیشن جا پہنچا۔ حالات میں پہنچتے ہی اس کی نگاہ داوڑے کے چند لڑکوں پر پڑی۔ وہ ساری بات سمجھ گیا ۔ تین برس بعد جب وہ جیل سے باہر آیا تو دنیا ہی بدل چکی تھی۔ سمیتا کی شادی ہو گئی تھی وہ میٹھس کے ساتھ نجانے کہاں تھی۔ اس کے پتا کو کسی نے اولڈ یوم میں پہنچا دیا تھا۔ اس کے اپنے مٹا پتا بھی نہ رہے تھے ۔ اس کی دنیا ویران ہو چکی تھی۔ سب ختم ہو گیا تھا۔ لیکن اسے اس سوال کا جواب کبھی نہیں مل سکا کہ وہ کون ہے جس نے اس کے بارے میں خبری کی تھی۔

اسی شام داوڑے اس کے پاس آ گیا۔

داوڑے ، میرا کسی کو معلوم نہیں تھا، میں مجھے پکڑا گیا۔ کس نے کیا یہ کام ، کون ہے وہ جس نے میری زندگی تباہ کر دی ؟“ اس کا داوڑے سے پہلا سوال ”

یہی تھا۔

مجھے بھی نہیں معلوم ، میں نے بہت پتہ کیا۔ میرا کالج میں سارا کام ٹپ ہو گیا۔ وہ مجھے مل جائے تو مل قسم چھلنی کر دوں ۔“ داوڑے نے دانت پیستے ” ہوئے کہا۔

نارائن کا نہ گھر رہا تھا اور نہ کوئی اپنا، وہ اسی کے ساتھ چلا گیا۔ اس کا گھر دھاروی کی جھونپڑ پٹی میں تھا۔ وہل دو لڑکے مزید تھے ۔ گھٹیا شراب کے ساتھ کھانا کھا کر داوڑے نے پلان دیا۔

”دیکھو ، تم لوگوں کا کوئی نہیں رہا۔ بڑا ہتھ مارتے ہیں۔ یہ چھوٹا کام اب نہیں۔“

کیا کرنے کا؟“ ایک لڑکے نے پوچھا ”

تم لوگوں کو کام پر لگائے کا ۔ دھندا، پر بڑے لیول کا۔ ادھر جو ہو میں اپن پر ہتھ رکھنے والا تاؤ ہے نا، قل پروٹیکشن ، جو وہ بولے ، مال لانا اور لے جانے ” کا پھر خوب عیاشی کرنے کا۔“ اس نے لہر میں بازو گھما کر کہا

کرنے کا یار ۔“ نارائن نے جھومتے ہوئے کہا۔ ”

اگلے چار برس یہی دھندا چلتا رہا۔ جرم کی دنیا میں نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی دشمن صرف فائدہ ہوتا ہے ۔ کون کب اور کتنا فائدہ لے جائے ، یہی دیکھا جاتا ہے ۔ انہیں جو ہو سے تھوڑا دور ویرولی کا علاقہ دیا گیا۔ اس علاقے کو حاصل کرنے کے لئے انہیں بڑی محنت کرنا پڑی تھی ۔ بہت لڑنا پڑا، کئی خوب بیبے ۔ آخر انہوں نے وہ علاقہ چھین لیا۔ نارائن بہت مال کمائے لگا تھا مگر وہ اس بندے کو کبھی نہیں بھولا تھا، جس نے اس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔ مل باپ ، سمیتا، ایک اچھی زندگی۔ وہ جتنا کمانا، سب آڑا دیتا تھا۔ مال لاتے اور لے جاتے کے بعد وہ عیاشی میں دن گزارتا تھا۔ ایک سے ایک لڑکی اس کی راتوں میں آتی اور دن کے اجالے میں وہ انہیں بھول چکا ہوتا تھا۔ پھر نیا آئے والا دن جرم کی دنیا میں نام بنا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہر مشکل کام کا بڑا پیسہ مل رہا تھا۔ ویرولی میں داوڑے کا گینگ مشہور ہوتا جا رہا تھا۔

یہ ممبئی میں انٹروورلڈ کی روایت رہی ہے کہ ایک گینگ مشہور ہوتا ہے تو کچھ ہی عرصہ بعد اس کی جگہ نیا گینگ بن جاتا ہے کبھی اپنی اندرونی ٹوٹ پھوٹ سے کبھی کسی دوسرے گینگ کی جگہ چھین لینے کے باعث اور کبھی گینگ کے اہم بندوں کے مر جانے کے باعث ۔ گینگ کی ایک دوسرے کے

خلاف یہ چھینا چھپتی چلتی رہتی ہے۔ اس کا فائدہ ان بڑے جرائم پیشہ لوگوں کو ہوتا ہے جو سکون سے کہیں بیٹھے ، انہیں اپنی انگلیوں پر نچا رہے ہوتے ہیں۔ داوڑے کے گینگ کی بھی ایک کئی دشمنیں چل رہی تھیں ۔ وہ بہت محتاط ہو کر کام کرتے تھے۔ لیکن بہت سارے لوگوں کی نگاہوں میں تھے ۔ ایک رات ویرولی بی کے ساحلی علاقے والے بنگلے میں نارائن ایک لڑکی کا منتظر تھا۔ شراب کا نشہ اسے ہلکبھلا سرور دے رہا تھا۔ وہ لڑکی جب اس کے سامنے پہنچی تو نارائن نے حواس ہی گھوم گئے ۔ یہ اس کا اپنا خیال تھا کہ اتنی خوبصورت لڑکی اس نے پہلے کبھی دیکھی نہیں تھی ۔ اے چکنی ، کیا نام ہے تیرا؟“ اس نے لڑکی کو صوفے پر اپنے قریب کرتے ہوئے کہا ”

بولے تو کوئی بھی رکھ لے نام ،جو بولے گا وہ ہونے گا۔“ لڑکی نے منمناتے ہوئے اپنے گیسو سنوارتے ہوئے قاتل ادا سے کھاتب نجاتے کہل اس کے ذہن ” میں چھپی ہوئی سمیتا جاگ گئی ۔اس کے ہونٹ بالکل سمیتا جیسے لگ رہے تھے۔ اس نے لڑکی کے لبوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بڑے سرور سے کہا ”چل تیرا نام ، سمیتا۔تو میرے پاس رہے گی ،جو مانگے گی، ملے گا ، پر کہیں بھی نہیں جائے گا ۔ “

ٹٹ ۔“ اس لڑکی نے کہا اور اپنے باروں اس کی گردن میں حملال کر دئیے ۔ نارائن کسی دوسرے ہی جہاں میں پہنچ گیا۔اس رات وہ تیز نشے کی طرح کا ” خمار بن کر اس پر چھا گئی نارائن کو جیسی لڑکی چاہئے تھی وہ مل گئی تھی ۔ وہ خوش تھا۔ اس نے داوڑے سے کہا کہ چند دن ادھر ہی رہ کر عیاشی کرتے ہیں۔ وہ اس شرط پر مان گیا کہ تین دن بعد اس لڑکی کو بھیگا کر کام پر جانا ہے۔

تیسری رات کا آخری پیر چل رہا تھا۔ نارائن قربوں کی انتہا کو چھو کر مدبوش پڑا ہوا تھا۔ وہ لڑکی کے نشے میں تھا۔ ہر جانب سنٹا تھا۔ایسے میں بنگلے ہی کے اس پاس اُسے فائر کی آواز سنائی دی، جس نے خاموشی کو چیر کر رکھ دیا تھا ۔اس کے دماغ میں الارم بجنے ہی نشہ کافور ہوگیا۔ نارائن نے اپنا جائزہ لیا ۔ اس نے فقط پتلون پہنی ہوئی تھی ۔اسی ایک لمحے میں اس نے اپنے ساتھ پڑی اس لڑکی کے بدن میں انتہائی تیزی سے ہونی تھر تھراپٹ محسوس کیا۔وہ بے ساختہ اٹھ گئی۔وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی کھڑکی تک گئی ، پھر واپس آ کر اس نے اپنے کپڑے سنبھالے۔ اس سے پہلے کہ وہ کمرے سے نکل بھاگی ، نارائن معاملے کی تہ تک پہنچ گیا تھا ۔ کیونکہ باہر فائرنگ کا تبادلہ ہونے لگا تھا۔ اس نے چپتے کی سی پھر تھی سے اس لڑکی کو پکڑ لیا۔لڑکی کے منہ سے بے ساختہ چیخ بلند ہوئی۔

کون ہیں بلبر ؟“نارائن نے تیزی سے پوچھا ”

مہ۔۔۔میں کیا جاتوں ؟“ لڑکی نے بکلاتے ہوئے کہا ”

اس نے لڑکی کو گھما کر بیڈ پر پھینکا۔ وہ اٹھنے لگی تو نارائن نے تکیے کے نیچے سے پستل نکال لیا۔ اسی دوران لڑکی چکنی مچھلی کی طرح اس کے ہاتھ سے نکلی اور کھڑکی کی جانب بھاگی صاف ظاہر تھا کہ وہ کھڑکی سے کود جائے والی تھی ۔ نارائن نے ایک ہی جست میں اسے کھڑکی کے پاس دیوچ لیا۔

تیرے پاس صرف ایک لمحہ ہے ۔“ یہ کہتے ہوئے نارائن نے پستل کی نال اس کے سر خ لبوں پر رکھ دی ۔اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی ، ایک دم سے ” دروازہ کھلا،جو شخص اندر داخل ہوا اسے دیکھتے ہی سارا معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔وہ داوڑے کا جانی دشمن سلیم سنٹا تھا۔وہ لڑکی کو اس حالت میں دیکھ کر دروازے ہی میں سلکت ہو گیا تھا ۔

چھوڑ دے اسے ؟“سلیم سنٹا نے غراتے ہوئے کہا ”

آخر تو نے اپنی اصلیت دکھا دی نا بھڑوے ، عورت کو بیچ میں لا کر وار کرتا ہے ، بیچڑے ۔“ نارائن نے انتہائی تلخی سے کہا”

دیکھ تیری گینگ کے سارے لوگ مر گئے ، کوئی نہہینچا،اگر اس لڑکی کو کچھ ہو گیا تو بچے گا تو بھی نہیں، چھوڑ دے ۔“ اس نے سرد سے لہجے میں کہا

یہ ڈائیلگ بازی کسی اور سے کر بیٹھوے، میں .... “ اس نے اپنی بات پوری نہیں کی اور اسی دوران وہ لڑکی سمیت کھڑکی سے کود گیا۔باہر کی طرف ”

گرتے ہی نارائن نے فائر کر دیا تھا۔تھپی کمرے سے بھی فائر ہو گیا۔لاشعوری طور پر نارائن نے خود کو بچانا چاہا ، اسی کروٹ کے دوران وہ لڑکی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ۔اب اس کے پاس اپنی جان بچانے کے سوا کوئی چارہ نہہینتھا۔وہ انتہائی سرعت سے اٹھا اور بھاگتا چلا گیا۔ اس کی پشت سے فائر بھی ہونے ، جو اس نہ لگے یہل تک کہ وہ دیوار کود گیا۔

داوڑے کا گینگ ختم ہو گیا تھا۔ اب وہل سلیم سنٹا گینگ کا راج ہونا تھا ۔ وہ صبح صبح اپنے ایک دوست مائے کے پاس چلا گیا۔شام تک اسے پتہ چل گیا کہ وہ لوگ اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اس نے وہ علاقہ ہی چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ مائے سے اس نے ٹھوڑے پیسے لئے اور ویرولی کے علاقے کو چھوڑ کر دائر میں آگیا ۔ ویرولی میں رہتا تو مارا جاتادائر میں پہلے دن وہ ریلوے ٹریک کے ساتھ پڑے ایک پائپ میں سویا تھا۔ اگلی صبح بھوک اور نشے کی طلب نے اسے بے حال کر دیا۔ اس کے پاس جو پیسے تھے وہ نشے کی طلب پوری کرنے میں خرچ ہو گئے ۔وہ نشہ اسے وہیں پانیوں میں پڑے موالیوں سے مل گیا تھا۔ انہوں نے ہی نشہ ملنے والی جگہ دکھا دی ۔ نارائن کا مقصد دشمنوں سے بچنا اور نشے کی عادت کو پورا کرنا تھا ، پھر اس کا مسکن بھی کبھی کسی ہل کے نیچے، کبھی ریلوے ٹریک کے ساتھ، کبھی کسی کچرے کے پاس اور پھر وہ فٹ پاتھ پر آ گیا ۔اپنی جان بچانے کے چکر میں وہ گھٹیا نشے کا عادی ہوتا چلا گیا تھا۔ جس نے اس کی زندگی اجیرن کر دی ۔ ذلت کی زندگی نے اس کے اندر سے موت کا خوف نکال دیا۔ وہ بے حس ہو گیا تھا۔ وہ اپنی اس تباہی کا ذمے دار اس کو سمجھتا تھا، جس کی وجہ سے پہلی بار پولیس نے اسے پکڑا تھا ۔ دوسری وہ حبس کال گرل تھی ۔ اسے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا بدلہ لینے کا خیال بھی آتا لیکن نشے کے چنگل میں پھنسا وہ بے بسی میں محض سوچ کر ، دانت پیس کر رہ جاتا تھا۔ پھر ایک دن اسے فٹ پاتھ سے اٹھا کر اس ہیلتھ کنیر سنٹر میں پہنچا دیا گیا تھا ۔اب زندگی اسے کس ڈگر پر لے جائے والی تھی ، اسے خود معلوم نہیں تھا۔

اسی ہیلتھ کنیر سنٹر میں رہتے ہوئے اسے تین ماہ سے زیادہ ہو گئے تھے ۔وہ نشے کی عادت کو بالکل ختم کر چکا تھا۔ڈاکٹر کے علاج پر اس نے پوری توجہ دی تھی ۔اس صبح وہ طویل چوگنگ کے بعد پھانگنا ہوا گیٹ میں داخل ہوا تو اس کی نگاہوں میں بیٹھے انہی دو ادھیڑ عمر والوں پر پڑی جنہوں نے اسے یہل چھوڑا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے بالکل ٹھیک ہونے کے بعد اب کوئی کام لینے والے ہیں۔ وہ سیدھا ان کے پاس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا ۔

فٹ ہو گئے ہو ، اچھا لگا۔“ اسی بندے نے غیر جذباتی انداز میں کہا، جس نے پہلے بھی اس سے بات کی تھی ۔ دوسرا خاموش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اب بولو کام کیا ہے ؟“ نارائن نے کوئی وقت ضائع کئے بغیر سیدھے پوچھا تو سامنے والا ادھیڑ عمر بولا ”

”کوئی کام نہیں ہے۔تمہارے سامنے آیشن رکھنے آیا ہوں ۔“

کیسے ؟ آیشن ؟“ اس نے پوچھا ”

ایک ،یہل رہنا ہے بھارت میں یا باہر جانا ہے ، جہل تم اپنی زندگی گزارو، دوسرا، یہیں کہیں جاب کرنی ہے تو بتاؤ کیا کر سکو گے ؟ تیسرا، اپنا کوئی بزنس کرنا چاہتے ہو تو کیو ؟“ ادھیڑ عمر نے کہا تو اس نے آہستگی سے پوچھا

”یہ آفر دینے والا کون ہے ؟“

بتایا نا مجھے خود بھی نہیں معلوم ، تم بولو؟“ اس نے خشک لہجے میں پوچھا ”

ان میں سے کوئی بھی نہیں۔“ اس نے سکون سے کہا ”

تو ....؟“ اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھتو نارائن چند لمحے خاموش رہا پھر سرد سے لہجے میں بولا ”

”اس کا شکریہ ، جس نے مجھے نئی زندگی دی ، اس سے کہو اب کام بولو، یا مجھے جائے دو ۔“

آج شام تک بتا دیں گے ۔“ ادھیڑ عمر نے کہا اور اٹھ گیا ۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا خاموش بندہ بھی اٹھ گیا۔وہ انہیں پورج تک جاتے ہوئے دیکھتا رہا ۔ پھر ” خود بھی اٹھ کر اندر چلاگیا ۔وہ سمجھ چکا تھا ، اب اسے یہل سے چلے جانا ہے ۔ایک نئی زندگی اس کا انتظار کر رہی تھی ۔ مگر وہ لاکھ کوشش کے بعد بھی اپنے دشمنوں کو نہیں بھلا سکا تھا۔اسے بس انتقام لینا تھا۔

\*.....\*

نارائن اور مائے اپنے فلیٹ کی بالکونی میں بیٹھے ہوئے تھے۔کافی دور سمندر دکھائی دے رہا تھا۔ مغربی افق میںجھکا ہوا سورج شام ہو نے کا عندیہ دے رہا تھا۔مائے آتا ہوا کھانا لے آیا تھا۔جب تک نارائن نے وہ کھایا، مائے چائے بنا لایا۔ وہ دونوں وہیں بیٹھے چائے پی رہے تھے اور خاموش تھے۔ تبھی مائے نے دھیرے سے کہا

”تم نے وہ بھارت سے نکل جانے کی آیشن مان لینا تھی۔جو ختم ہو گیا سو ختم ہو گیا، اب جلی ہوئی راکھ سے چنگاریاں کیوں تلاش کر رہے ہو ۔“

تم کہتے تو ٹھیک ہو ہیں میں باہر جا کر کروں گا کیا؟وہی گھسٹ گھسٹ کر زندگی گزاروں ۔“ اس نے ہلکے سے کہا ”

مگر وہل دشمنی تو نہ ہوتی۔“ مائے نے جواب دیا ”

ٹو ڈرا رہا ہے مجھے ؟“ نارائن نے پوچھا ”

نہیں، سمجھا رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے چائے کی چسکی لی ، پھر دھیمے سے لہجے میں بولا۔” راج مٹھل تو پھر بھی سامنے آ جائے گا ، اس نے تیری ” تلاش میں بندے بھی لگا دیئے ہوں گے ، یہ کفرم ہے لیکن، مایا دیوی ایک دن دیکھا خوف ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ کسی کو پیسے کے لئے ”ہینمارتی ۔

کس لئے مارتی ہے۔“ نارائن نے پوچھا ”

معلوم نہیں۔پیر مارتی ہے ، اپنے ہونے کا ثبوت بھی دیتی ہے جو ہم راج مٹھل ہے نا ، اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔پیر مسئلہ یہ ہے کہ تم مایا دیوی تک کیسے پہنچو گے ؟ وہ کیوں مہربان ہو گی تم پر؟اسے تم سے کیا فائدہ ہوگا؟“ مائے نے صورت حال اس کے سامنے رکھی ۔

ہل مجھے ایک سرباب کے پیچھے بھاگنے کی بجائے ، راج مٹھل کا بندو بست کرنا ہے ۔“ یہ کہہ کر اس نے چائے کا مگ خالی کر دیا۔ ”

اس سے پہلے کہ وہ تمہارا بندو بست کرے ، میرا خیال ہے تم اس .... “یہ کہتے ہوئے وہ رک گیا، پھر حیرت سے بولا،” پر وہ مہربان کون ہے ، جس نے“



تمہیں نئی زندگی دی اور ....“ مائے نے حیرت سے پوچھا۔

جب اس نے نہینڈیا تو میں کیوں پوچھوں خیر ،میں تمہاری زندگی عذاب نہیں کرنا چاہتا۔م سکون سے رہو میں آج شام یہ جگہ چھوڑ دوں گا ۔“ نارائن نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا اور مائے کے چہرے پر دیکھنے لگا، اس پر مائے نے تڑپ کر کچھ کہنا چاہا تو نارائن نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

شام ڈھل چکی تھی ۔ نارائن سڑک کنارے ٹھلٹا ہوا جا رہا تھا۔مائے نے چند ہزار روپے اس کی جیب میں ڈال دیئے تھے۔اس لئے وہ وقتی طور پر اس فکر سے آزاد تھا۔ اس کا سارا دھن راج مٹھل کی جانب لگا ہوا تھا کہ اس تک کیسے پہنچا جائے۔ ارد گرد آتے جاتے لوگوں سے بے نیاز وہ چلتا چلا جا رہا تھا۔تھی اسے چھوٹا سا ریسٹوران دکھائی دیا، جہل سے کبھی اس نے داوڑے کے ساتھ کھٹا کھٹا تہاؤہ ریسٹوران میں گھس گیا۔نچلے درجے کے غریب لوگ ، کچھ سفید کالر اور طالب علم وہل بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔وہ بھی اک میز کے گرد بیٹھ گیا۔

کیا کھاتے گا سانب۔“ ایک نوجوان ویٹر نے اس کے سامنے پانی رکھتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں پوچھا۔داوڑے کے ساتھ اس نے جو کھایا تھا ، وہی اس نے بتا دیا۔ وہ کھانا آجائے کا انتظار کر رہا تھا۔ ایسے میں شکل ہی سے دکھائی دینے والے چند غنڈے ریسٹوران میں داخل ہوئے ۔انہوں نے آتے ہی اس نوجوان ویٹر کو مارنا شروع کر دیا ، جو کچھ دیر پہلے ہی اس سے آرڈر لے کر گیا تھا۔چھوٹی سی جگہ تھی ۔ایک غنڈہ اسے مارتا تو وہ ایک طرف گر جاتا، دوسرا مارتا تو وہ دوسری جانب گر جاتا۔ وہ سبھی اسے گالیلیں بک رہے تھے۔نارائن یہ سب دیکھ رہا تھا کہ ایک غنڈے کے مارنے پر وہ ویٹر اس پر آ ن گرنا۔نارائن نے اٹھ کر اسے تھام لیا۔ ایک غنڈہ اسے مارنے کو بڑھا تو نارائن نے ہاتھ کے اشارے سے روکنے ہوئے کہا

”بس اب نہیں مارتا اسے ۔“

ایسے سالے تو کون ہوتا ہے ہمیں روکنے والا۔“ یہ کہتے ہی اس غنڈے نے گھونسا مارنے کو ہاتھ بڑھایا۔تو نارائن نے پوری قوت سے اس کی ٹانگوں کے درمیان ٹھوکر ماری۔ وہ ٹکراتا ہوا پیچھے کی جانب گر گیا۔حملہ آ ور غنٹوں کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اس پر اکھٹے ہو کر حملہ آ ور ہوتے ، نارائن نے پستل نکال کر زمین پر پڑے ہوئے غنڈے کی ٹانگوں میں فائر جھونک دیا ۔ یہ اس قدر آنا فٹا ہوا کہ سب ساکت ہو گئے ۔ نارائن نے اس پر چھک کر پوچھا

”بتا کون سالا؟“

مم۔۔۔مم میں ....“ اس نے بکلاتے ہوئے کہا ”

چلو بھاگو۔“ اس نے پستل کی نال سے انہیں باہر کی جانب جانے کا اشارہ کیا۔جیسے ہی وہ نکلے اس نوجوان نے دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے نارائن سے کہا”

”....“ آپ کو ئی بھی ہو ، آپ نکل جاؤ یہل سے، یہ ابھی زیادہ ہو کر واپس آئیں گے اور ”

”مت گھبراؤ، کھانا لے کر آؤ ۔“

سانب ، یہ رکھو ٹٹنٹیا کا چھوکر ا لوگ ہے ، بوبت خطرناک ۔“ اس نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا تو نارائن بولا ”

”کہنا نا ، کھانا لاؤ ۔“

وہ نوجوان ویٹر تیزی سے کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا اور اسی تیزی سے کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔وہ کھانا رکھ چکا تو نارائن نے اس نوجوان ویٹر کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ بیٹھ گیا تو اس نے پوچھا

”تیرے ساتھ کیا لہڑا ہے ؟“

یہ لوگ ہمارا کھولی مانگا ہے ، وہل میں ہوں اور میری مل ہے ۔اب ہم کبہل جئیں ؟ انہوں نے پہلے بھی مجھے مارا۔“ یہ کہتے ہوئے وہ رو پڑا۔ ”

اچھا ، باہر نظر رکھ ، جب وہ آئیں تو مجھے بتانا ۔“ یہ کہہ کر نارائن کھاتے کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس نے اطمینان سے کھانا کھایا، ہاتھ دھوئے اور ”

ریستوران کے کاؤنٹر پر پیسے دے رہا تھا کہ باہر پولیس کی گاڑی آ رکی خو کانسٹیبل کے ساتھ ایک حوالدار نے اندر آ کر کاؤنٹر پر بیٹھے مالک سے پوچھا

”کون تھا وہ غنڈہ جس نے فائر کیا؟“

میں ہوں ۔“ نارائن نے کہا تو حوالدار نے چونک کر اسے دیکھا۔ جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس کی ایسے بندے کے ساتھ بھی ملاقات ہو سکتی ہے جو ” خود کو پولیس کے حوالے کرے ۔

کون ہے بے تو؟“ اس حوالدار نے حقارت بھرے لہجے میں پوچھتے ہوئے اسے گردن سے پکڑنا چاہا۔ تھی نارائن نے اس کا ہاتھ پکڑا اور سرد سے ”

لہجے میں کہا

” مایا دیوی ، نہیں چاہتی کہ کوئی اور اس علاقے میں ہو ۔جل پولیس اسٹیشن ، لے چلے گا مجھے؟“

نارائن نے اس قدر اعتماد سے غراتے ہوئے کہا تھا کہ وہ حوالدار ایک لمحہ کو گڑ بڑا گیا۔پھر دھیمے سے لہجے میں بولا

”چل ، میرے ساتھ ۔“

نارائن اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ سب وہیں میں بیٹھے تو وہیں چل دی ۔ کچھ دور جا کر اس حوالدار نے وہیں رکوئی اور نارائن سے کہا

چل اتر جاتے لوگ ....“ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رُک گیا تو نارائن نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ”

رکھو ٹانٹیا سے کہنا، راج مٹھل کو بتا دے ، اب میں ہوں ادھر ، اسے یہل سے چلے جانے کا ۔ورنہ سب کھلاس ۔“ یہ کہہ کر اس نے لمحہ بھر حوالدار کو ” دیکھا اور وہیں سے نیچے اتر گیا۔نارائن کو یقین نہیں تھا کہ اتنی جلدی اسے مایا دیوی کی طاقت کا اندازہ ہو جائے گا۔وہ ایک خوف کی مانند چھا گئی تھی ۔نارائن سڑک سے اتر کر اندھیرے کی جانب چل دیا، وہ خود سوچتا چلا جا رہا تھا کہ جس کا خوف اس قدر ہے ، اس کے نام پر غنڈہ گردی اسے تنکے کی طرح اڑا دے گی ۔اس کا نام استعمال کرنا بہت بڑا رسک تھا۔

\*.....\*

رات کا دوسرا پہر چل رہا تھا۔اس وقت وہ ساحل سمندر کی سیمنٹ والی ریلنگ کے ساتھ کھڑا تھا۔سمندر کی لہریں سر پٹخ رہی تھیں دور سامنے حاجی علی کے مزار کی روشنیل دکھائی دے رہی تھیں ۔ ایک جانب دادر سے ویرولی آ نے والا سمندر پرپنی سڑک تھی ، جس پر ٹریفک رواں دواں تھی ۔ اس کے پیچھے ایک لمبی جھونپڑ پٹی تھی۔ وہ واپس مائے کے پاس نہیں جاتا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے مائے کو کوئی نقصان ہو ۔ وہ ایک لگی بندھی زندگی گزار رہا تھا ۔ اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔انہ اس کے پاس دولت تھی ، اور نہ ہی کوئی گینگ جس اس کی قوت بن سکتا تھا۔وہ تھا۔ اس وقت وہ یہی سوچ رہا تھا کہ یہل رہتے ہوئے اپنے دشمنوں تک پہنچنا بہت مشکل ہے ۔ جب تک وہ اتنی قوت حاصل کرے گا ، تب تک وہ لوگ کس قدر طاقت ور ہونچکے ہوں گے یا ویسے ہی ان کا صفایا ہو چکا ہوگا۔ پہلے وہ خود بھی نہ رہتا۔اس کے اور دشمنوں کے درمیان وقت حلال تھا۔

وہ تیزی سے سوچتا چلا جا رہا تھا ۔ ایک طرف اس کے دشمن تھے ، دوسری جانب وہ لوگ جنہوں نے اسے نئی زندگی دی تھی اور تیسرا پہلو مایا دیوی تھی ۔ وہ تھا کیا کر سکتا ہے ؟وہ چند گھنٹے یا مزید ایک دن نیند کے بغیر گزار سکتا تھا۔کوئی رہنے کا ٹھکانہ تک نہیں تھا۔ اس نے جذبات میں آ کر ادھیڑ عمر کی آفر ٹھکرا دی تھی ، ورنہ وہ بھارت سے باہر سکون سے زندگی گزار رہا ہوتا ۔

اس وقت وہ یہی سوچ رہا تھا جب ایک فور وہیل اس کے پہلو میں آ کر رُکی ۔جیٹ لائٹس کی تیز روشنیل اس کی آنکھوں کو چندھیا گئی تھیں ۔ اس نے ایک بازو اپنی آنکھوں پر رکھ اور دوسرے سے پستل کو اپنے ہاتھ مکن کرلیا۔جس وقت اس کی آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو تین لوگوں کے ساتھ وہی نوجوان ویٹر بھی تھا۔وہ لاشعوری طور پر محتاط ہو گیا۔ وہ اس کے قریب آ گئے ۔ان میں سے ایک لمبے قد والے نے نوجوان ویٹر سے پوچھا

”بہی تھا وہ ؟“

جج....جی .... بہی تھا۔“ اس نے تصدیق کر دی تو دوسرے نے کہا ”

”چل ، بھاگ جا ۔“

اس نوجوان ویٹر نے اپنی جان بچتے ہی ایک طرف دوڑ لگا دی ۔ اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہیندیکھا۔ وہ تینوں اس کے پاس آ گئے تبھی لمبے قد والے نے اس کے بالکل پاس آ کر سکون سے پوچھا

”ہمارے ساتھ آرام سے چلے گا یا زیردستی لے جانا پڑے گا ۔“

میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ ....“نارائن نے کہنا چاہا تو پیچھے کھڑے آدمی نے کہا ”

”جاستی بات نہیں کرنے کا ، چپ چاپ گاڑی میں بیٹھنے کا ، اور ہمارے ساتھ چلنے کا ۔“

پستل پر اتنا اونچا بولتا ہے ۔“ نارائن نے حقارت سے کہا”

تو بھی ہاتھ میں لئے ہوئے ہے ،اب تو چلا ، دیکھتے ہیں کون مرنے کا، چل چلا “ یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اس نے نارائن پر پستل تان لیا۔تبی ”

لمبے قد والے نے اپنا پستل پھینک کر کہا

”چل ا ، میرے ساتھ خالی ہاتھ ۔“

نارائن پاگل نہیں تھا کہ وہ پستل پھینک دیتا، اس نے واپس پشت پر پستل اڑسا اور اس کے سامنے آ گیا ۔ان دونوں نے آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں یہی تھی کہ بغل میں کھڑا تیسرے بندے نے اس پر چھلانگ لگا دی ۔ نارائن محتاط تھا، وہ جھکائی دے گیا۔ وہ سیمنٹ کی ریلنگ کے ساتھ جا لگا۔ پھر بھنا کر اٹھا اور اسے پکڑنے کو لپکا اسی وقت لمبے قد والا اس پر چھپا۔نارائن نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے گھونسا مارا، تب تک اس کی گردن پر مکا پڑ چکا تھا ، وہ چکرا گیا۔ اتنے میں تیسرا بھی اس پر پل پڑا۔اس نے آتے ہی نارائن کی گردن پر ہلتہ ڈالا اور ٹکر مارنے کو سر بڑھایا ، نارائن نے سر ایک جانب جھکا لیا،

وہ اپنے جونک میں آگے بھاگے ہوئے نارانن نے اس کے تکر مار دی۔ وہ تینوں اس پر بل پڑے۔ نارانن جانتا تھا کہ وہ وقت میں تینوں سے نہیں لڑ سکتا۔ اس نے دو کی پروا نہیں کی کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اس نے ایک کو پکڑا اور پوری قوت سے سیمنٹ کی ریلنگ کی جانب لے جا کر اس کا سر زور سے مارا۔ وہ وہیں لڑھک گیا۔ اب اس کے سامنے دو تھے لمبے قد والے نے ٹھوکر مارے کے لئے ٹانگ بڑھائی تھی، اسی لمحے اس کی پسلی میں ایک ٹھوکر لگی جس کی پروا نہ کرنے ہوئے لمبے قد والی کی ٹانگ پکڑ لی اسے اپنی جانب کھینچ کر اس نے چھوڑ دیا۔ وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔ تبھی اس نے پسٹل نکال کر اس پر فائر کر دیا۔ تیسرا پسٹل نکال کر اس کی جانب نال کر بی رہا تھا کہ نارانن نے فائر کر دیا۔ چند منٹوں میں وہ تینوں ڈھیر ہو چکے تھے۔ نارانن نے دیکھا دور دور کافی لوگ گھومتے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، بھاگ کر گاڑی میں بیٹھا۔ گاڑی سٹارٹ ہی تھی، اس نے گھیر لگایا اور چل دیا۔ گاڑی بھاگتے ہوئے اس نے ایک طویل سلسلے کی اور ملجی کی روشنی میں سمندر کی سرحد پر ابھرنے کو دیکھنے لگا۔ اس کے ذہن میں یہی سوال تھا کہ وہ اب کہاں جائے۔ انہی لمحات میں اسے ویرولی کی اسی ساحلی پٹی پر بنے بانسوں والے اس بوٹ کی یاد آ گئی۔ جو بوڑھا ٹیلاس پتہ نہیں کب سے چلا رہا تھا۔ اس نے اسی کے پاس جانے کی تھامی۔ وہ گاڑی بھاگتو اور وہیں جا پہنچا۔ وہیں بوٹ کے باہر چند موالی بیٹھے ہوئے گھٹیا شراب سے شغل کر رہے تھے۔ اس نے بوٹ سے ذرا دور گاڑی روکی اور اتر کر کلوٹر پر کھڑے ٹیلاس کے پس چلا گیا۔ اسے دیکھ کر وہ ایک دم سے خوش ہو گیا۔

”اے بچے، کدھر چلا گیا تھا تو، بہت عرصے بعد نظر آیا۔“

ٹیلاس، مجھے گاڑی بیچنی ہے، وہ سامنے کھڑی۔ اس نے جواب دینے کی بجائے اپنا مدعا کہہ دیا، بوڑھے کے ماتھے پر بل پڑے، پھر مسکراتے ”ہوئے سر بلا کر بولا“

پیشانی لگتا ہے۔ خیر۔ ”یہ کہہ کر وہ کلوٹر میں جھکا، نوٹوں کی ایک گنتی نکال کر اسے دیتے ہوئے بولا،“ چار دن بعد آنا، گاڑی کی رقم یا پھر گاڑی“

نارانن نے وہ گنتی پکڑ کے جیب میں رکھ لی۔ وہ جانتا تھا کہ ٹیلاس تھوڑی بہت جانچ کر کے ہی اس گاڑی کی رقم دے گا یہ اسکا دھندا تھا، اور وہ اپنے دھندے میں بڑا محتاط تھا۔

ایک کام اور .... ”نارانن نے دھیمے سے کہا“

وہ کیا؟“ بوڑھے ٹیلاس نے ہنسنے اچکا تے ہوئے پوچھا تو نارانن نے اپنا پسٹل نکال کر کلوٹر پر رکھ دیا، پھر بولا

”ایک بلٹ بھی نہیں بچی اس میں۔ اس کے بنا تو کچھ نہیں ہونے کا“

”اوہ۔“ ٹیلاس نے منہ سے بے ساختہ نکال پھر سر ہلاتے ہوئے بولا، ”ابھی تھوڑی دیر رکو، میں آتا ہوں۔“

یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف چلا گیا۔ نارانن وہیں کلوٹر پر کھڑا رہا۔ تقریباً دس منٹ بعد ٹیلاس واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک شاہر بیگ تھا۔ اس نے وہ نارانن کو دیتے ہوئے کہا

”اپنا یہ گھوڑا ادھر رکھو اور یہ لے جاؤ، ساتھ میں دو فالٹو میگزین ہیں۔“

نارانن نے وہ شاہر کھول کر دیکھا۔ ٹیلاس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور واپس جانے کے لئے مڑ گیا۔

رات کا دوسرا پہر بھی گزر چکا تھا۔ وہ ساحلی سڑک کے ساتھ چلتا چلا جا رہا تھا۔ وہ سونے کے لئے کوئی جگہ دیکھ رہا تھا۔ مہینے میں ہزاروں مزدور، بے روزگار سڑکوں، پارکوں، فٹ پاتھوں اور نئی تعمیر ہونے والی بلڈنگوں میں سوتے ہیں۔ اس شہر میں یہ کوئی نئی یا انہونی بات نہیں تھی۔ وہ چلتا چلا جا رہا تھا کہ اسے ایک بلڈنگ دکھائی دی، جو ابھی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایسی بلڈنگوں میں وہیں کام کرنے والا مزدور طبقہ اور ارد گرد کے کئی موالی سو جاتے تھے۔ وہ تیزی سے ادھر بڑھ گیا۔ تعمیراتی سامان سے بچتا ہوا وہ بلڈنگ میں چلا گیا۔ نیچے کوئی نہیں تھا۔ وہ اوپر چڑھتا چلا گیا۔ کئی جگہوں پر اسے لوگ سوتے ہوئے ملے۔ ایک جگہ اسے سونے کے لئے مناسب لگی۔ وہ وہیں فرش پر جا کر لیٹ گیا۔ اس کا بدن چور چور ہو رہا تھا۔ اس نے کچھ بھی نہیں سوچا اور نیند کی وادی میں کھو گیا۔

اس کی آنکھ کھلی تو اسے آنکھ کھلنے کی وجہ بھی پتہ چل گئی۔ ہلکا ہلکا شور ہو رہا تھا، جیسے کوئی کسی کو مار رہا ہو اور کوئی آگے سے بچنے کے لئے منتیں کر رہا ہو۔ اس نے دھین دیا تو کافی حد تک وہ بات سمجھ گیا۔ کوئی غنڈے کسی کو پھیل لا کر پیٹ رہے تھے۔ کوئی بات منوانا چاہتے ہوں گے۔ وہ چند لمحے وہیں لیٹا رہا۔ اس شور کے ختم ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ وہ ان کی نگاہوں میں آنے بغیر وہیں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس کے کان اسی شور کی جانب لگے ہوئے تھے۔ تبھی ایک نام سن کر اسے کرنٹ سا لگا، وہ تیزی سے اٹھا اور اس شور کی جانب بڑے محتاط انداز میں بڑھنے لگا۔ وہیں شور کے قریب پہنچا تو ایک سنون کی آڑ لے کر اس نے دیکھا، چھ سات غنڈوں کے درمیان ایک ادھیڑ عمر صحت مند شخص ہاتھ جوڑے زندگی کی پھیک مانگ رہا تھا۔ بلاشبہ اسے جاگنگ کرتے ہوئے اٹھا کر لانے تھے۔ وہ اسی حلیے میں تھا۔

مجھے چھوڑ دو، جتنا پٹتی کہو گے، اتنا دوں گا، میرے مار دینے سے تم کو کیا ملے گا۔ اس نے رحم طلب انداز میں کہا ”

نہیں گھوٹکے نہیں، بہت ہو چکا، تو نے ہماری بات نہیں مانی، بہت کہا تجھ سے، تو نے ہماری نہیں مانی، مگر ہم اپنی تو منوا سکتے ہیںنا، تجھے تیری“

اسی بلڈنگ میں ماریں گے، تجھے کہا تھا ناہیں .... ”ان میں سے ایک لمبے بالوں والے نے کہا، جس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ وہ پہچان گیا تھا یہی سلیم شکا ہے۔ وہی جس نے داؤڑے گینگ پر حملہ کیا تھا۔ وہ وہی تھا جس سے بچ کر اس نے لڑکی سمیت کھڑکی سے چھلانگ لگائی تھی۔ وہ اس اتفاق پر حیرت زدہ رہ گیا۔ اگلے ہی لمحے اس نے اپنی حیرت پر قابو پایا اور فوری فیصلہ کر لیا۔

”او سلیم شکا، چھوڑ دے اسے۔“

آواز گونج کر رہ گئی تھی۔ وہ سبھی ساکت ہو گئے۔ ان کے چہروں پر حیرت تھی شاید ان کی سوچ میں بھی نہیں تھا کہ کوئی یوں انہیں لالکے گا۔

کون بے بے سامنے آ۔ اس نے کہا یہی تھا کہ نارانن نے تاک کر فائر چھونک دیا۔ اس نے ایک چیخ سنتے ہی اپنی جگہ بدل لی جواباً کئی فائر ہوئے۔

اسے اچھی طرح پتہ تھا کہ اس کے پسٹل میں چند گولیاں ہیں۔ اس نے تاک کر دوسرا نشانہ لیا پھر یکے بعد دیگرے فائر کرتا چلا گیا۔ کئی چیخیں بلند ہوئیں۔ باقی شاید بھاگنے کی فکر میں تھے۔ نارانن کے پاس ساری گولیاں ختم ہو گئیں۔ اس نے پسٹل ہاتھ ہی میں رکھا۔ دوسرا میگزین چڑھا کر اس نے سامنے دیکھا۔ وہ سبھی گرے پڑے تھے۔ جسے اغوا کر کے لانے تھے وہ بھی اپنے سر ہاتھ رکھے فرش پر لیٹا ہوا تھا۔ ان میں پتہ نہیں کتنے زخمی تھے اور کتنے مر چکے تھے۔ اس نے محتاط انداز میں کہا

چلا گولی سٹکا۔ یہ کہتے ہی اس نے فائر کر دیا۔ دوسری جانب سے کسی نے بھی کوئی جوابی فائر نہیں کیا۔ اس نے چند لمحے انتظار کیا۔ پھر بولا، ”

”گھوٹکے، اٹھ کر آ جا۔“

یہ سنتے ہی گھوٹکے کے بدن میں ارتعاش پیدا ہوا، اس نے اٹھ کر بے یقینی کے سے انداز میں ان سب کو دیکھا، پھر اٹھ گیا۔ وہ اٹھ کر چند قدم چلا یہی تھا کہ ایک غنڈہ اٹھا اور اسے پکڑنا چاہا، نارانن نے بلا ترو د اس پر فائر کر دیا۔ گھوٹکے تیزی سے باہر کی جانب بھاگا۔ اور نارانن کو دیکھتے ہی اس کے منہ سے نکلا

”.... اوہ“

پچھے ہٹ جا، ابھی مجھے سب کو مارنا ہے۔ یہ کہتے ہی اس نے ان پر فائرنگ کر دی۔ چند لمحوں بعد وہ ان کے پاس چلا گیا۔ ان میں سے دو لوگ شدید زخمی تھے، باقی سب مر چکے تھے۔ سلیم شکا ختم ہو چکا تھا۔ اسے دیکھ کر نارانن کو بڑی تسکین ہوئی۔ ان میں جو ایک زندہ تھا، اسے ٹھوکر مار کر نارانن نے کہا

زندہ رہا تو راج مٹل سے کہنا، میں آگیا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ تیزی سے پلٹا اور باہر نکلتا چلا گیا۔ گھوٹکے نیچے جا چکا تھا۔ بلڈنگ کے ارد گرد بلبل مچ ”چکی تھی۔ نارانن بھی نیچے آیا گھوٹکے نے کہا

”جلدی نکل چلو، ورنہ ان کے لوگ آ سکتے ہیں۔ یا پھر یہ پھیل نہیں جائے دے گی، چل نکل۔“

رش کی وجہ سے ٹریفک رک گئی تھی۔ نارانن کے ہاتھ میں پسٹل تھا۔ اسے کی طرف دیکھتے ہی لوگ ادھر ادھر ہونے لگے۔ سامنے ایک ٹیکسی کھڑی تھی وہ دونوں اس میں بیٹھ گئے۔

وہ گھوٹکے کا شاندار گھر تھا۔ گھوٹکے اور نارانن لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نارانن فریش ہو کر نئے کپڑے پہن کر صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ناشتہ کر چکے تھے۔ تبھی گھوٹکے نے اس کی طرف دیکھ کر کہا

”میں نہیں جانتا تم کون ہو جن میرے لئے فرشتہ کی مافی آ یا تمہو لو کیا مانگا۔“

گھوٹکے، تم کیا دے سکتے ہو مجھے؟“ نارانن نے انتہائی سنجیدگی سے کہا تو گھوٹکے کی جیسے جان ہی نکل گئی۔ وہ پریشانی میں بولا

”یہ کیا کہہ رہے ہو؟“

”کچھ نہیں، بس یہ ایک اتفاق تھا، میری وجہ سے تیری جان بچ گئی۔ اب مجھے جانا ہے۔“

”کہل جانے کا تو؟“

کہیں بھی۔ اس نے کاندھے اچکا کر کہا۔

نہیں تم میرے پاس رہو، ادھر میرے گھر میں، یا تجھے ایک فلیٹ دیتا ہوں ادھر رہو۔ جب تک میں ہوں بس تم عیش کرو۔“ گھوٹکے اُس پر دریا دل ”

”ہو گیا۔ وہ خاموش رہا۔ اسے تو خود ایک ٹھکانہ چاہیے تھا۔ تبھی گھوٹکے بولا، ”یہ بتاؤ تم میرے پاس رہے گا؟“

شاید رہوں یا پھر نہ رہوں۔“ نارانن نے کہا یہی تھا کہ باہر سے ایک ملازم آیا اور اس نے آتے ہی کہا

”وہ انسپکٹر اشوک آیا ہے، ملنا چاہتا ہے آپ سے۔“

تبھی گھوٹکے نے نارانن کی طرف یوں دیکھا جیسے اس کی رائے چاہ رہا ہو، اس پر نارانن نے کاندھے اچکا دینے گھوٹکے نے اسے اندر بلائے کا اشارہ



دے دیا۔ کچھ دیر بعد وہ ان کے ساتھ آ کر صوفے پر بیٹھ چکا تھا ۔

اچھا تو یہ ہے وہ جس نے آپ کی جان بچائی ۔“ انسپکٹر اشوک نے اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے کہا۔ چند لمحے خاموشی کے بعد بولا، ”جان “

”سکتا ہوں تم کون ہو اور کہل سے ہو ؟

یہ فالٹو کا سوال ہے میں ادھر سویا ہوا تھا، سلیم سٹکا کو دیکھ کر اسے مارا۔“ نارائن نے جان بوجھ کر یہ بات انسپکٹر اشوک سے کہی تھی وہ اس کا ردعمل دیکھنا چاہتا تھا ۔ اسی سے پتہ چل جاتا کہ انسپکٹر اشوک کیا چاہتا تھا ۔ اس کا تیر نشانیہ پر لگا تھا ۔ اے سی پی اشوک کی آنکھیں ذرا سی کھلیں اور بوتلوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔

”ویلٹن ، تم نے میرا کام آسن کیا، میں خود اسے ختم کرنا چاہتا تھا۔ بڑی مصیبت بن گئے ہوئے ہیں یہ لوگ ۔“

تو بس اسے اپنے کھاتے میں ڈالو اور ترقی لو صاحب ۔“ نارائن نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”

وہ کوئی اکیلا تو ہے نہیں میں اسے اپنے کھاتے میں ڈالوں گا تو پتہ نہیں کتنے دشمن بن جائیں گے ۔“ انسپکٹر اشوک نے کہا”

”نارائن نے طنزیہ پوچھا ”

ہل ٹرتا ہوں مگر ان غصوں سے نہیں بلکہ اپنے ہی ٹیئراٹمنٹ کی کالی پیٹروں سے ، سفید کالر جرائم پیشہ سے اور ہکاؤ پریس سے تم نے ٹی وی نہیں دیکھا، پولیس کی واٹ لگ رہی ہے ۔“ اس نے دکھی انداز میں کہا

پھر کیا چاہتے ہو آپ ؟“گھوٹکے نے اس کی بات سے انداز لگاتے ہوئے فوراً پوچھا۔ وہ بھانپ گیا تھا اے سی پی اشوک کیا چاہتا ہے ۔“

میں اگر چاہوں تو ابھی تمہیں گرفتار کر کے لے جاؤں ، سب کا منہ بند ہو جائے گا۔ لیکن اس کا بوگا کچھ نہیں وہ بے غیرت غصے اپنا کام کرتے رہیں گے ”

گھوٹکے صاحب آپ جیسے لوگوں کا درد سر بنے رہیں گے ۔“ اے سی پی اشوک نے وضاحت کرتے ہوئے کہا

وہی تو اب آپ کیا چاہتے ہو ؟“ گھوٹکے نے پوچھا تو انسپکٹر اشوک نے نارائن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”

میں اس سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں پھر فیصلہ ہوگا کہ مجھے کیا کرنا ہے ۔“ انسپکٹر اشوک نے انتہائی سنجیدگی سے کہا”

بولو ، بتانا ہوں ۔“ نارائن نے حتمی لہجے میں پوچھا ”

یہ مت بتاؤ کہ کہل سے ہو اور کون ہو لیکن یہ ضرور پوچھوں گا کہ یہاں پر کیوں ہو ؟ کیا کرنا چاہتے ہو ؟“ اے سی پی اشوک نے پوچھا ”

مجھے راج مٹھل کو مارنا ہے ۔“ نارائن نے سکون سے کہا تو اے سی پی اشوک کی آنکھیں چمک اٹھیں تبھی اس نے جلدی سے پوچھا ”

”کیا تم اس کی جگہ لینا چاہتے ہو یا کوئی اور بات ہے ؟“

نہیں، مجھے کچھ نہیں چاہیے ، میں نے بس اسے مارنا ہے ۔“ نارائن نے سکون سے کہا ”

یہ کام تو میں بھی کرنا چاہتا ہوں یہ المیہ یہ ہے کہ قانون کی وردی میں کر نہیں سکتا ہوں ۔ وجہ پہلے بتادی ہے۔ اگر تم اس کی جگہ لینے کے لئے اسے ” مارنا چاہتے ہو تو پھر مجھے کوئی فائدہ نہیں۔ آج ان سے لڑ رہا ہوں کل تم سے لڑوں گا۔ غصہ راج ہوئی رہے گا ۔“ یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو خاموش ہو ”

”پھر بولا،“ اور اگر تم اپنا کوئی بدلہ لینا چاہتے ہو تو میں تمہارا ساتھ دیتا ہوں گارنٹی گھوٹکے صاحب دے دیں ۔

”نہں بولا،“ نارائن نے سکون ہی سے کہا ”

میں دیتا ہوں اس کی گارنٹی ۔“ گھوٹکے نے دانت پیستے ہوئے کہا، اسے بھی اپنا بدلہ چاہیے تھا ۔“

وہ ابھی یہ باتیں کر رہی تھے کہ ملازم نے آ کر بتایا کہ باہر پریس والے آئے ہیں۔ اس پر گھوٹکے نے انسپکٹر اشوک کی طرف دیکھا تو اس نے نارائن کی جانب دیکھ کر کہا

”اسے ذرا سائیڈ پر کردو ، اور انہیں بلا لو پریس کو یہی بتانا کہ وہ غصے آ پس میں لڑ پڑے تھے ، جس کا فائدہ اٹھا کر میں وہاں سے بھاگ آیا ۔“

”ٹھیک ہے ، بلاؤ پریس کو ۔“ گھوٹکے نے کہا تو نارائن اٹھ گیا۔ ”

.....\*.....\*

جسمات جھونپڑ پٹی کی شمالی سڑک پار وہ کئی منزلہ بلڈنگ تھی ، جس کے ایک فلیٹ میں نارائن ایک صوفے پر بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ انسپکٹر اشوک نے اپنا ایک آدمی اس کے رابطے میں دے دیا تھا، جس نے پستل سے لیکر فالٹو میگزین تک ، سیل فون سے لے کر کیڑوں تک اسے فراہم کر دیتے تھے۔ اس کا سوائے سریندر کے کسی کے ساتھ رابطہ نہیں تھا۔ اب جو کچھ بھی دیکھنا تھا اسی کی آنکھوں سے دیکھنا تھا ۔ اسے سریندر نے کافی ساری معلومات دیں تھیں راج مٹھل کا ابھی پتہ نہیں چل رہا تھا لیکن رگھو ٹٹلیا کے بارے میں ایک اطلاع آئی تھی ، جس کی تصدیق کرنا باقی تھی ۔ وہ اسی انتظار میں تھا کہ کب سریندر اسے بتاتا ہے ۔

شام ڈھل کر رات میں تبدیل ہو گئی تھی ۔رات کا پہلا پھر ختم ہو چکا تھا ۔ ایسے میں سریندر کا میسج آ گیا۔ اس نے نیچے بلایا تھا۔ نارائن نے اپنے پستل سنبھالے ، دروازے کو لاک کیا اور لفٹ سے نیچے چلا گیا۔ سریندر ایک سیاہ کار لئے باہر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ پسنجر سیٹ پر بیٹھو سریندر نے گینر لگا دیا۔ سڑک پر آتے ہی وہ بولا

”کدھر جانا ہے ؟“

رگھو ٹٹلیا اس وقت گولڈن بار میں ہے اپنی انیٹم کے ساتھ ۔ اس کے ساتھ چار بندے ہیں۔ اب اگلا پلان تمہارا ہے کہ تم نے کیا کرنا ہے ۔“ سریندر نے تفصیل بتائی اور کار کی رفتار بڑھا دی ۔

چل رہیں چل کر دیکھتے ہیں۔“ اس نے دھیمے سے انداز میں کہا اور سامنے دیکھنے لگا۔ نارائن کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے کور پر کچھ کوگ ’ ’ ہوں گے ، جس کی اس نے تصدیق کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ کچھ اس پر نگاہ رکھنے والے تھے اور کچھ موقع ملتے ہی اس کی مدد کرنے والے مگر اسے خود پر یقین تھا۔ اس نے تیزی سے یہ سوچا کہ گولڈن بار میں اسے کیا کرنا ہے ۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ وہ گولڈن بار کے سامنے پہنچ گئے ۔ جس کے گیٹ پر بڑے رنگین سائین بورڈ لگے ہوئے تھے اور چند بٹے کٹے قسم کے سیکورٹی والے موجود تھے سریندر نے کار اس طرح لگائی کہ ایک سیکورٹی والا فوراً ان کی جانب بڑھا۔ اس نے آتے ہی کہا

”کار ادھر نہیں لگنا، دوسری طرف لگاؤ ۔“

سریندر نے اس کی بات نہیں سنی ۔ اس نے کار بندی کی اور باہر نکلتے ہی اس نے اپنا کارڈ اس کے سامنے کرتے ہوئے بولا

”پولیس، اپنے مینیجر کے پاس لے چلو ۔“

اتنی دیر میں نارائن بھی باہر نکل چکا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ان کے رکھے ہی دو کاریں اور موٹر بائیک بھی وہیں آن رکے تھے ۔ اس کا خیال درست ثابت ہوا تھا۔ سیکورٹی والے نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور گیٹ کی جانب بڑھ گیا۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے چل پڑے ۔ سیکورٹی والوں میں چہ میگوئیں ہوئیں تو انہیں تلاشی لئے بغیر اندر جانے دیا گیا گیا۔ وہ ایک راہداری سے اندر گئے تو وہاں جلتی بجھتی ہوئی رنگین روشنیوں میں کئی لوگ ناچتے ہوئے دکھائی دیئے ۔ وہ سب مستی میں تھے ۔ کاؤنٹر پر شراب چل رہی تھی ۔ کئی جوڑے وہاں بیٹھے شراب کے ساتھ آپس میں مست تھے ۔ کئی ٹیبلوں کے ارد گرد بیٹھے ہوئے کھپا پھی رہے تھے۔ کئی کونوں میں لگے صوفوں پر بیٹھے ہوئے ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے کسی کو کسی کا احساس نہیں تھا۔ تیز موسیقی سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ شاید وہ بال سائونڈ پروف تھا، جس میں اتنا شور تھا اور اس کی آواز باہر نہیں جا رہی تھی ۔ وہ دونوں ابھی جائزہ لے رہے تھے کہ ایک سوٹ پھینکے ٹھیکے قد کا گنجا شخص ان کے پاس آ کر رک گیا۔ وہ انہیں دیکھتا ہوا بولا

”جی فرمائیں ، میں بی پہل کا مینیجر ہوں ۔“

اس سے پہلے ہم تمہیں بتائیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں، تم ہمیں ایک پیک آفر نہیں کرو گے ۔“ سریندر نے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا ”

ہم نے پہلے کبھی آپ کو ادھر نہیں دیکھا؟“ مینیجر نے ان پر شک کرتے ہوئے کہا تو سریندر نے آرام سے اس کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے غرا کر کہا”

”چل ، وہاں کاؤنٹر تک چل اور وہیں سے پولیس اسٹیشن فون کر ، پتہ کر ہم کون ہیں پھر تم سے بات کرتا ہوں، چل ۔“

مم .... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔“ اس نے وضاحت کرنا چاہی لیکن نارائن نے کچھ سننے بنا اس کا بازو پکڑا اور اور کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ تینوں کاؤنٹر ”

تک جا پہنچے ۔ مینیجر نے بار ٹینڈر کو پیک بنانے کا اشارہ کیا۔ پھر سریندر سے پوچھا، ”جی بتائیں میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

تم پہلے تصدیق کر کے آؤ ، پھر بات کرتے ہیں۔“ اس نے حقارت سے کہا اور ادھر دیکھنے لگا۔ وہ رگھو ٹٹلیا کو دیکھنا چاہتا تھا جو کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ پیگ ان کے سامنے گرد دینے لگے چند لمحے ہی گزرتے تھے کہ غیر محسوس انداز میں کچھ لوگ ان کے ارد گرد آ کر کھڑے ہو گئے ۔ وہ جو کوئی بھی تھے ان کے لئے خطر ناک تھے ۔ نارائن نے پہلے رگھو ٹٹلیا کو دیکھا ہوا نہیں تھا، اس لئے وہ سریندر کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہی اسے شکل سے پہنچاتا تھا۔ وہ قریب آ جائے والے لوگوں کو بھی محسوس کر چکا تھا ۔ انہی لمحات میں اس نے چند لوگوں کو تیزی سے اسی راہداری میں جاتے ہوئے دیکھا، جہل سے وہ آتے تھے ۔ اس نے سریندر کو اشارہ کیا تو وہ چونک گیا، پھر تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا تو وہ چند لوگ ان کی راہ میں آ

گئے ۔ انہیں یقین ہو گیا کہ رگھو ٹٹلیا نکل رہا ہے ۔ وہ چھ لوگ تھے جو ان کی راہ میں حائل تھے ۔ نارائن نے سریندر کی طرف دیکھا اور ایک ساتھ ان پر پل پڑے ۔ وہ انہیں وہیں پر روکنے کے موڈ میں تھے ، جبکہ وہ دونوں انہیں جھکائی دے کر راہداری کی جانب بڑھ گئے ۔ وہ ان کے پیچھے بھاگے۔ تب تک نارائن نے پستل نکل کر ایک فلنر کی راہ میں لمحہ بھر رکے ۔ انہیں اتنا ہی وقت درکار تھا، وہ راہداری میں گئے تو وہ لوگ گیٹ پار کر رہے تھے ۔ یہ بھاگتے ہوئے گیٹ تک پہنچے اور باہر نکل آئے ۔ وہ چار لوگ تھے اور ایک کار میں بیٹھ رہے تھے ۔

وہ آگے والا رگھو ہے ۔“ سریندر نے تیزی سے کہا تو نارائن نے فلنر کر دیا۔ وہ کار میں بیٹھ چکے تھے اس لئے بچ گئے ۔ سریندر نے عقل مندی کی کہ ”

ٹائروں پر فلنرنگ کر دی ۔ ایک دھماکے سے ٹائر پھٹ گیا۔ مگر وہ اسی طرح کار بھاگنے میں کامیاب ہو گئے ۔ اتنی دیر میں پیچھے سے فلنر ہوا۔ سریندر کار کی جانب بھاگا تو نارائن اسے کور دیتا ہوا فلنر کرنے لگا ۔ وہ پیچھے بٹتا ہوا اکار تن جا پہنچا۔ سریندر نے دروازہ کھول دیا تھا جیسے ہی وہ بیٹھا ، سریندر

نے کار بھگا دی۔ انہیں یقین تھا کہ وہ انہیں زیادہ دور تک نہیں جائے دیں گے۔ جیسے ہی وہ ان کے پیچھے لگے سامنے سے فائر ہوئے لگے۔ ایک چھانکے سے اسکرین میں فائر ہوا۔ نارائن تاک کر نشانہ لگاتے لگا۔ اسی دوران کے قریب سے زن سے موٹر بائیک گزری اور وہ لمحوں میں آگے والی کار کو بھی کراس کر گئیں۔ وہ آگے والی گاڑی کے دونوں طرف ہو گئے اور پھر ہسٹل نکال کر فائر کر دیا۔ سامنے والی کار لڑکھڑائی اور پھر قلابازی کھا تے ہوئے فٹ پتھر پر چڑھی اور ایک بلتنگ کی باہر والی باؤنٹری کے ساتھ جا لگی۔ وہ دونوں موٹر بائیک والے رکے نہیں آگے بڑھتے چلے گئے سریندر نے تیزی سے بریک لگاتے تو چند قدم کے فاصلے پر جا کر ہی رک سکے۔ انہوں نے کار چھوڑی اور فوراً رگھو والی کار کی جانب بڑھے۔ یہ بے رگھو۔ سریندر نے اگلی سیٹ پر خون سے لت پت رگھو کی طرف اشارہ کیا۔ وہ نیم بے ہوش تھانارائن نے اس پر فائر کر دیا۔ اس نے ہچکی لی اور وہیں ساکت ہو گیا۔ وہ وہیں نہیں ٹھہرے بلکہ تیزی سے پلٹ کر اپنی کار تک پہنچے اور پھر اسے بھگا کر چل دیئے۔

اگلی صبح وہ گھوٹکے کے آفس میں اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے بڑی بڑی پریشانی میں نارائن کو بلایا تھا وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا اور کاموش تھا۔ چند منٹ کی خاموشی کے بعد گھوٹکے بولا "رات مجھے راج مٹھل کا فون آیا تھا۔" اسی کو لے کر پریشان ہو، کیا کہہ رہا تھا؟" نارائن نے پوچھا "وہ تمہارے مانگ رہا تھا۔" یہ کہہ کر اس نے نارائن کے چہرے پر دیکھا، پھر بولا، "کہہ رہا تھا کہ میں تو مر ہی جاؤ گا لیکن کیا تو زندہ رہے گا۔ آج شام تک کا وقت دیا ہے ورنہ وہ میری فیکٹری کو آگ لگا دے گا، گھر پر حملہ کر سکتا ہے اور وہ جو بلتنگ بن رہی ہے، اُسے اڑا دے گا۔" گھوٹکے نے رو دینے والے انداز میں کہا تو نارائن نے پوچھا "پھر کیا سوچا تم نے؟"

"میں نے کیا سوچا ہے، میں تو کچھ نہیں کر سکتا اس کا حل تمہارے پاس ہے یا پھر انسپکٹر اشوک کے پاس۔" تو پھر تمہیں پریشانی ہوئے کی ضرورت نہیں، ہم دیکھ لیں گے۔" نارائن نے اسے دلاسنہ دیتے ہوئے کہا تو ان کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ میں جانتا ہوں مٹھل کو، وہ بہت ظالم چیز ہے شام ہو جانے کے بعد وہ ضرور وار کرے گا۔" گھوٹکے نے پریشان لہجے میں کہا "اچھا ابھی شام تو ہونے دو، میں دیکھتا ہوں۔" نارائن نے کہا اور اٹھنے لگا پھر کچھ سوچ کر بولا، "یہ مایا دیوی کون ہے؟ جلتے ہو کچھ اس کے بارے میں؟" نہیں، میں بالکل نہیں جانتا اور نہ آج تک اس کا کوئی پتہ ملا ہے، کوئی فون کال نہ کیھی آئی، نہ ہی کبھی سنی اور نہ ہی کسی سے سنا کہ اس نے مایا "دیوی سے بات کی ہے۔"

وہ کیا اتنی ہی خفیہ ہے، کسی کو اس کے بارے میں پتہ تک نہیں؟" وہ الجھتے ہوئے بولا "اور تمہیں اس کے بارے میں تجسس کرنے کی ضرورت نہیں۔" گھوٹکے نے یوں دھیمے لہجے میں کہا جیسے مایا دیوی سن نہ لے "کیوں، ایسا کیوں؟" اس نے تجسس سے پوچھا "مایا دیوی کے بارے میں سنا ہے، جب اور جس وقت بھی اسے کسی سے کام لینا ہوتا ہے، وہ اس تک پہنچ جاتی ہے وہ بالکل ایسے ہے جیسے ہمارے "ارد گرد ان دیکھی ہوا۔" وہ شاید بہت ڈرا ہوا تھا اس لئے ایسی باتیں کر رہا تھا۔ سو نارائن نے مزید بات نہیں کیا اور وہیں سے اٹھ گیا۔ اس کے دماغ میں بلچل مچ گئی تھی۔ جس طرح وہ راج مٹھل کو باہر نکالنا چاہتا تھا، تھیک اسی طرح راج بھی اُسے باہر نکالنا چاہتا تھا جو بے باکی کا یہ کھیل بہت کم وقت رکھتا تھا۔ شام ہونے میں ابھی کافی وقت تھا۔ اس نے سریندر کو کال ملائی۔ وہ کہیں بازار میں تھا اس نے کچھ وقت بعد کال کرنے کا پیغام بھیج دیا جس پر نارائن نے اسے فوراً گھوٹکے کے آفس پہنچ جانے کا پیغام بھیج دیا۔ اسے سریندر کا انتظار کرنا تھا وہ گھوٹکے کے آفس سے باہر نکل کر ایک ایسی کرسی پر ان بیٹھا، جہل سے سڑک دکھائی دیتی تھی اس کی ساری توجہ باہر تھی سریندر کو اس تک پہنچنے میں دس سے پندرہ منٹ لگ سکتے تھے وہ باہر دیکھتے ہوئے لاشعوری طور پر سوچنا چلا جا رہا تھا کہ راج کو کیسے باہر نکالا جائے۔ اگر اس کے ٹھکانے کا کوئی تھوڑا سا سراغ بھی مل جاتا ہے تو وہ اسے باہر نکال سکتا تھا۔

دس منٹ سے زیادہ کا وقت ہو گیا تھا نارائن کی پریشانی بڑھنے لگی تھی۔ اس نے اضطراب میں سریندر کو کال کرنا چاہی۔ تبھی اس کی نگاہ ایک چھوٹے سے گروپ پر پڑی جو ایک وین میں سے باہر نکلا تھا ان میں سے ایک سامنے دوکان میں گھس گیا۔ پھر فوراً ہی باہر سامنے بلتنگ پر ایک نگاہ ڈالی، جہل وہ بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس نے سب لوگوں کو بتایا، باری باری سبھی نے اوپر کی طرف دیکھا اس نے سریندر کا کال ملائی۔ بس میں پہنچ رہا ہوں دو منٹ بعد۔" سریندر نے کہا "وہیں رک جاؤ۔" نارائن نے تیزی سے کہا "خیر ہے نا۔" اس نے پوچھا تو نارائن نے اسے صورت حال بتاتے ہوئے کہا "مجھے پورا یقین ہے کہ انہیں میرے بارے پتہ چل گیا ہے کہ میں کہاں ہوں۔ وہ فیلٹنگ لگا رہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ مزید لیں گے۔ اس کے بعد "وہ یا تو مجھے باہر نکالیں گے یا میرا باہر نکل آئے گا انتظار کریں گے۔"

یہ اچھا ہو گیا، ہم بھی فیلٹنگ لگا لیتے ہیں۔" سریندر نے کہا "اتنی جلدی ہو جائے گا؟" اس نے پوچھا "ہو جائے گا، انتظار کرو۔" سریندر نے کہا اور فون بند کر دیا نارائن کی بے چینی دیکھنے والی تھی۔ وہ ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اس کا دل چاہ رہا "تھا کہ یہیں سے انہیں شوٹ کر دے لیکن یہ ممکن نہ تھی۔ یہی سوچنے اس کے ذہن میں خیل آیا کہ انہیں میرے بارے میں پتہ کیسے چلا؟ ضرور ان کا مخبر یہیں کہیں آس پاس ہوگا مگر یہ وقت اس مخبر کو تلاش کرنا کا نہیں تھا۔ وہ سوچتا بھی جا رہا تھا اور اس کی نگاہ اس ساری سڑک تک تھی جتنا وہ کھڑکی سے دیکھ سکتا تھا وہ سکون سے پلٹا اور گھوٹکے کے آفس میں چلا گیا۔ نارائن نے جب ساری صورت حال بتائی تو وہ انتہائی پریشان ہو گیا وہ لرزے ہوئے لہجے میں بولا "میں نے تمہیں بلا کر بڑا غلط کیا، وہ چاہتا بھی یہی تھا۔ اب کیا ہوگا؟" چپ چاپ اپنے آفس میں بیٹھو رہو۔" نارائن نے کہا "تم ایسا کرو، لفٹ سے نیچے چلے جاؤ، پیچھے سے ایک راستہ جلتا ہے، وہیں سے نکل جاؤ پھر دیکھتے ہیں۔" گھوٹکے نے تیزی سے کہا "تمہارا کیا مطلب ہے، وہ ادھر نہیں ہوں گے ممکن ہے ان کے بندے اندر بھی آگئے ہوں خیر، مینے تجھے خبردار کر دیا اب میں دیکھتا ہوں انہیں۔" نارائن نے کہا اور آفس سے باہر آگیا۔

وہ دوبارہ اسی کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا نہیں ہوا بلکہ اسی عمارت کی ایک دوسری رابداری میں چلا گیا۔ چونکہ اس عمارت میں کئی آفس تھے اس لئے لوگ آ جا رہے تھے۔ کوئی بھی کسی پر شک نہیں کر سکتا تھا مزید دس منٹ اسی کشمکش میں گزر گئے۔ سریندر کیا کر رہا تھا، اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ تھکتے ہوئے ایک کھڑکی کے پاس تھے۔ ان کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوا تھا۔ اسے یہ دیکھنے کی بے چینی ہونے لگی کہ عمارت کی پٹھلی طرف کتنے لوگ ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے سریندر انہیں پھنس نہ گیا ہو۔ یہ سنتے ہی وہ انتہائی اضطراب میں پلٹ کر دوسری جانب جانے لگا تو اس کے سامنے ایک نوجوان لڑکی کھڑی اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی بلکہ سبز اور سفید رنگ کے سوتی لباس میں، درمیانہ سادہ، گندمی رنگ، گول چہرہ، نیکھے نقوش، ہوائے کٹ بال، پتلے پتلے لبوں پر سرخ رنگ کی لپ اسٹک اور سیاہ کاجل بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے معصومانہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سیل فون کی اسکرین اس کے آگے کرتے ہوئے کہا "نارائن داس، گنگا نگر۔"

اپنا نام اور آبائی علاقے کا نام سن کر وہ ساکت تو ہو ہی چکا تھا، سیل فون کی اسکرین پر اپنی تصویر دیکھ کر وہ بری طرح چونک گیا اس نے بڑے غور سے لڑکی کو دیکھا، وہ ہنوز مسکرا رہی تھی۔ کون ہو تم؟" نارائن نے سرسراتے ہوئے انداز میں پوچھا "میں انجلا، میرے آفس میں آؤ، بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" اس نے کہا اور بڑے اعتماد سے مڑگئی نارائن نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے پیچھے پیچھے چل "دیاوہ ایک شاندار آفس میں داخل ہوگئی۔ وہ اپنے آفس کی دائیں جانب والی کھڑکی کے پاس گئی اور اسے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کھڑکی کے پاس گیا تو وہ بولی

"اس طرف بھی لوگ ہیں راج مٹھل کے، وہ دیکھو، وہ کالا ساریڈ چیک دار شرٹ میں اور اس کے ساتھ موالی کھڑے ہیں۔" اس پر نارائن ایک لفظ بھی نہیں بولا، بلکہ انجلا کے چہرے پر دیکھنے لگا۔ وہ میز کے ایک طرف سے بوکر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے نارائن کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر دھیمے سے انداز میں پوچھا ".... کون ہو تم اور یہ سب "بتایا نا میں انجلا، ابھی تم یہاں محفوظ ہو۔ اور...." اس نے کہنا چاہا تو نارائن نے اس کی بات کٹتے ہوئے تیزی سے کہا "باہر میرا دوست محفوظ نہیں، مجھے اس کو بچانا ہے۔" کیسے بچاؤ گے؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا "میں اسے فون کرتا ہوں۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور سریندر کو کال ملا دی۔ پہلی ہی بیل پر اس نے فون رسپو کر لیا۔ تبھی اس نے تیزی سے کہا، " "

”سریندر ، ادھر مت آ نا ابھی ، بہت بڑی فیلڈنگ لگی ہوئی ہے ۔

”ہل ، میں نے پتہ کر لیا ہے میں کچھ دور ہوں ۔“

”ٹھیک ہے ، تم نے آگے نہیں آنا بلکہ واپس لوٹ جاؤ ۔“

مگر تم ....”اس نے پوچھا ”

میری چھوڑو ،میں نکل جاؤں گا، تم بچو۔ “ اس نے صلاح دی اور فون بند کر دیا، پھر انجلا کے کی طرف دیکھ کر بولا،” انجلا ، تم یہ سب کیونکر رہی ہو ”

۔“

تم پر دل آگیا ہے۔ “ اس نے رومافوی انداز میں کہا اور قبضہ لگا کر ہنس دی پھر نہایت سنجیدگی سے بولی ”

”ابھی میں ان پینٹر لوگوں کو دیکھ لوں ، پھر بات کرتے ہیں۔“

نہیں ، یہ تمارا مسئلہ نہیں میرا ہے ، میں دیکھ لیتا ہوں انہیں۔“ یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ گیا۔ انجلا بھی اس کے پیچھے ہی اٹھ گئی وہ اس کا بازو پکڑ کر ”

کھڑکی کے قریب لے گئی ۔ باہر کچھ عجیب ہی سمل تھانکی سارے لوگ ایک دوسرے سے دست و گریب تھے ۔ایک دوسرے کو مار رہے تھے ۔انہیں

دیکھتے ہوئے ابھی دو چار منٹ ہی ہوئے تھے کہ پولیس کی گاڑیاں آ گئیں ، جنہیں دیکھتے ہی وہ سب وہل سے بتر بتر ہو گئے ۔

دوسری طرف بھی ایسا ہی ہوا ہے ، دیکھنا چلو تو دیکھ لو ۔“ انجلا بولی تو نارائن اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہا ”

....تھینک یو ، اگر تم اپنا سیل نمبر ”

ارے کیا کرے گا سیل نمبر کو ، میں جو تیرے پاس ہوں تم کہل جا رہے ہو ؟“ انجلا نے اٹھلا کر کہا ”

....مجھے جانا تو ہے ، میں ”

ارے نہیں بیوا ، تو کہل جائے گا ، اب میرے پاس رہے گا ، میرے ساتھ، تجھے سکون سے بتاتی ہوں راج مٹھل کو کیسے پکڑنا ہے ۔“ انجلا نے باقاعدہ اس ”

کے گالے میں ہڈییں ڈالتے ہوئے کہا تو بولا

.... یہ تم کیوں ”

سب بتاؤں گی نا ، اب ادھر آ بیٹھ کھانا کھاتے ہیں۔“ اس نے نارائن کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے جا کر کرسی پر بٹھا دیا۔ پھر ادھر ادھر فون کرتے ہوئے وہ ”

اُفس میں ٹہلتی رہی ۔ پھر جس وقت کھانا لا کر لگا دیا گیا تو وہ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی

گھوڑکے سے کہہ دیا ہے کہ مت گھیرائے ۔ سریندر بھی محفوظ ہے ، اب سکون سے کھانا کھاؤ ۔ پھر میرے ساتھ میرے گھر چلو ۔“ یہ کہہ کر انجلا نے ”

کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا نارائن نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جس طرح بندہ خود کو حالات کے حوالے کر دیتا ہے ، اسی طرح خود کو انجلا کے سپرد کر دے گا۔

ممینی میں لوگوں کی طرح موسم کے بدل جانے کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا۔ وہ انجلا کے ساتھ اس کے بنگلے کے کاریڈور میں بیٹھا ہوا چائے پی رہا تھا ۔ سہ

پہر کاوقت تھا ۔ بارش بڑے زوروں کی ہو رہی تھی ۔ وہ دونوں خاموش تھے ۔نارائن نے یہ سوچ لیا تھا کہ وہ انجلا سے سوا ل نہیںکرے گا۔ یہ کٹفرم تھا کہ

جب اس نے بات بتانا ہوگی وہ خود بتا دے گی ۔

اگرچہ اس کے دماغ میں یہ بات پہلی ہی تھی لیکن انجلا سے ڈرامائی انداز میں ملنے کے بعد وہ شدت سے ایک ہی بات سوچنے چلا جا رہا تھا یہ سارے

اتفاقات اس کے ساتھ ہی کیوں ہوتے چلے جارہے ہیں ہر قدم پر اس کی مدد کے لئے کوئی نہ کوئی موجود ہوتا ہے ؟ کیا قسمت کی دیوی اس پر مہربان ہو

چکی ہے یا پھر دوسری وجہ ہے ؟بہل مرتے ہوئے بندے کے پاس سے لوگ نگلیں چرا کر گزر جاتے ہیں، اس کے لئے اتنی مہربانی کیوں ہو رہی ہے ؟

کیا کوئی شخص ہے جو چپ کر اس کے پیچھے ہے ؟وہ جرم کی اس دنیا میں رہ کر بہت کچھ سمجھ گیا تھا ، عموماً ایسا ہوتا نہیں اور نہ ہی ایسے اتفاقات

جنم لیتے ہیں فٹ پاتھ پر آ نے سے پہلے اور فٹ پاتھ والی زندگی سے وہ بخوبی واقف تھا۔اسے یوں لگ رہا تھا کہ فٹ پاتھ سے اٹھا لینے والی زندگی اس

کی اپنی نہیں رہی ، کوئی کٹھ پتلی کی طرح اسے نچا رہا ہے ۔اسے شاید یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ انسان جب بھی کٹھ پتلی بن کر نچائے۔ اسے شاید یہ

سمجھ نہیںآ رہی تھی کہ انسان جب بھی کٹھ پتلی بنتا ہے، اس کی نا آسودہ خواہشیں ہی اسے گھڑ کر پتلی بناتی ہیں ۔اپنی ہی ناآسودہ خواہشوں کے جال میں پھنس

جاتا ہے ۔

کیا سوچ رہے ہو ؟“ انجلا نے پوچھا تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آ گیا۔اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے مگ سے لمبا سپ لیا، پھر ہنستے ہوئے اس کی جانب ”

دیکھا اور بولا

”راج مٹھل کو پکڑنے ہی کی سوچ سکتا ہوں ، اس کے علاوہ اور کیا سوچ میرے بھیجے میں آ سکتی ہے ۔“

اس نے کہا تو انجلا کی کھنکھائی ہوئی ہنسی ارد گرد پھیل گئی ۔ پھر سکون سے بولی

”اسے جب چاہو ، پکڑ لوں ۔ فکر مت کرو ، آج رات ہی اس کا کام تمام ہو جائے گا ۔“

”ہیں، انجلا نہیں۔“ وہ ٹپ کر تیزی سے بولا،” منیتے اسے اپنے ہاتھوں سے مارنا ہے ۔“

چلو ، ایسا کر لیتے ہیں ، بس یہ سمجھ لو نارائن، وہ ہمارے سامنے ہے ، جیسے ہی وہ ہاتھ کے نیچے آ یا ، اسی وقت ....“ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ”

اپنی بات مکمل کر دی ۔ان کے درمیان خاموشی چھا گئی تبھی نارائن نے ہنستے ہوئے پوچھا

” انجلا ، تم اتنی مہربان کیوں ہو گئی ہو مجھ پر ؟ کیا پہلی نگاہ میں محبت ہو گئی ہے مجھ سے ”

انجلا اس پر زور دار قبضہ لگا کر ہنس دی ۔ چند لمحے ہنستے رہنے کے بعد وہ ایک دم خاموش ہو گئی اور پھر بڑے سنجیدہ لہجے میں بولی

دنیا کا سب سے بڑا فر اڈ یہ محبت ہے ۔لوگ اس لفظ کی آڑ میں کس طرح ایک دوسرے کو پھنستے ہیں وہ تو اپنی جگہ ، خود پھنستے ہیں زندگی کو ”

”سمجھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی لفظ محبت ہے کیونکہ یہ لفظ انسان کو حقیقت سے نکال کر خوابوں میں لے جاتا ہے ۔

بڑے پھیانک خیال ہیں تمہارے ۔“ نارائن نے کہا ”

یہی حقیقت ہے پیارے تمہاری بغل میں جب لڑکی ہوتی ہے، تم کتنی محبت جنتائے ہو ، کام نکال گیا تو اگلے دن بھول جاتے ہو ۔“ وہ اس کی آنکھوں میں ”

دیکھ کر بولی

یہ تم نے ٹھیک کہا۔“ اس نے اعتراف کر لیا۔ ”

تم اور میں مل گئے ، جتنا وقت ہمیں ملا، ہم کچھ بھی سوچے بغیر دھوم سے گذاریں ،دن اور رات رنگین کر لیں۔پھر تم کہل اور میں کہل۔“ اس نے خمار آ ”

لود لہجے میں کہا تو نارائن اسے سمجھ گیا وہ کیا چاہتی ہے ۔

پر جب تک راج مٹھل ختم ....“ اس نے تیزی سے کہا تو انجلا نے اس کی بات کاٹ کر مستی میں کہا ”

مل کی آنکھ راج مٹھل کی ، چل اسے ختم کرتے ہیں ، پھر میں جو چاہوں گی کروں گی تیرے ساتھ ۔“ یہ کہہ کر اس نے قبضہ لگا دیا۔“

\*.....\*

اس وقت شام ڈھل گئی تھی نارائن ایک کمرے میں نرم گئے پر نیم خوابیدہ پڑا ہوا تھا۔ ایسے میں اس کا سیل فون بج اٹھا۔ وہ انجلا کا فون تھا اور اس نے فوری

اسے باہر بلایا تھا۔وہ تیزی سے پورچ میں پہنچا تو انجلا فور وہل میں بیٹھ چکی تھی ۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر تھا اور اس کے ساتھ ایک نوجوان

بیٹھا ہوا تھا ۔ وہ انجلا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا گیٹو فور وہیل چل پڑی وہ تیزی سے رہائشی علاقے میں سے نکالے اور دوروبہ سڑک پر آ گئے ۔ شام

کے ایسے وقت میں ٹریفک بہت زیادہ تھی ۔نارائن کے ساتھ بیٹھی انجلا بڑے سکون کے ساتھ اپنے سیل فون سے کہل رہی تھی ۔نارائن نے پوچھا ہی نہیںکہ

کہل جاتا ہے ۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ ڈرائیور کی نگلیں سامنے لگی ہوئی تھیں، وہ بڑی مہارت سے فور وہیل چلا رہا تھا ۔ ساتھ میں بیٹھا خاموش نوجوان یوں

دکھائی دے رہا تھا جیسے رپورٹ ہو ۔ وہ بھی چپ چاپ بیٹھا رہا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ویرولی سے دائرہ چائے والی سی لنک سڑک کے قریب سے گزر گئے

۔ اس کے بعد وہ نادر شہر کی طرف داخل ہوئے اور پھر جونپڑ پٹی سے ہوتے ہوئے وہ ویرولی فورٹ تک جا پہنچے ۔ڈرائیور نے فورویل روک دی ۔ انجلا

نے سیل فون سے کھیلنا بند کر دیا اور نیچے اتر آئی نارائن بھی اتر تو وہ فورٹ کی جانب چل پڑی ۔ اس کا انداز یوں تھا جیسے وہ کسی پتکٹ پر جا رہی

ہو وہ چاروں آگے بڑھتے گئے ، پھر پتھر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ بالکل اوپر پہنچ گئے جہل سے وہ طرف سمندر دکھائی دے رہا تھا اور تیسری

جانب وہی غریب زدہ جھونپڑ پٹی۔وہل اندھیرا نہیں ملجی روشنی تھی وہ چاروں بڑھتے گئے ، یہل تک کہ ایک سرے پر تین فٹ کی دیوار میں ایک دیا

روشن تھا ۔ وہ چرچ کی علامت تھا۔ وہیں اس کے پاس چند لوگ کھڑے تھے ۔ ملجی روشنی میں احساس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ شکل صورت سے کیسے

تھے ۔انجلا ان سے چند فٹ کے فاصلے پر جا کر کھڑی ہوئی ۔اس نے کسی تمہید کے بغیر پوچھا

”بول ، کیا فیصلہ کیا ہے تو نے ؟“

اے چھمپا، تم کیوں میری دشمن ہو رہی ہے میں تیرا خیال کرتا ہوں ، پن تم میری بات کیوں نہیں سمجھتی ہو ۔میں....“ اس نے کہنا چاہتا تھا کہ انجلا نے اس ”

کی بات کاٹ دی ۔

تیرا بس چلے تو تم مجھے ایک سیکنڈ بھی برداشت نہ کرو ۔ ادھر گولی میرے بھیجے میں مارو۔ویہ عزت وزت چھوڑو ، اپنا فیصلہ سناؤ ۔“ انجلا نے کہا ”

تو وہ ایک دم سے ہنس دیا

تم ٹھیک بولی ہو چھمپا، ایک دم سولہ اٹنے بولی تم ہیں کیا کروں ادھر میرا دھندا ہے ، مجھے تو دھندا کرنے کا ۔”سامنے کھڑے ایک شخص نے کہا”

تو نارائن کو وہ آواز جانی پہچانی لگی ۔اس کے حواس پوری طرح بیدار ہو گئے ۔

نہیں ، اب یہاں نہیں رہنے کا ، یہاں سے چلے جاتے کا ۔”انجلا نے غراتے ہوئے کہا تو وہ پھر ہنس دیا”

اتنا محنت ایسے ہی نہیں کیا کہ تجھے سب دے کر میں دم دبا کر کتے کی مافی یہاں سے چلا جاؤں ، بوش کر چھمپا۔یہاں اس لئے آگیا کہ تو نے ایک بار ”

مجھ پر احسان کیا تھا۔ اگر تو یہ سوچتی ہے کہ کوئی لفڑا کرے گی، ایسا مت سوچ، ہم میں سے کوئی بھی مرا، تو دوسرا بچ کر پہل سے نہیں جائے والا۔“ سامنے والے بندے نے کہا تو انجلا حقارت بولی

”میں تمہارا فیصلہ سننے آئی ہوں یہ کچے پکے راگ مجھے مت سنا۔“

ابھی وقت ہے چھپیا، مجھے میرا کام کرنے دے، تم اپنا کام کرو۔ اس نارائن کو میرے حوالے کرو، بات ختم۔“ اس نے کہا ہی تھا کہ نارائن سامنے کھڑے ” شخص کو پہچان گیا۔ وہ راج مٹھل تھا۔

کیا کرے گا تو، مارے گا اس کو؟“ انجلا نے انتہائی غصے مینوچھا

مارے گا، اپنے ہاتھوں سے مارے گا۔“ اس نے بھی غصے میں کہا

تو چل، اگر تم میں بہت ہے تو مار، یہ کھڑا نارائن۔“ انجلا نے نارائن کی طرف اشارہ کیا تو وہ سب ایک دم الٹ ہو گئے۔ راج مٹھل نے چشم زدن میں ” اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس میں پستل تھا۔ انجلا کے ساتھ آئے دونوں لوگوں نے بھی اس پستل تان لئے صورت حال گھمبیر ہو گئی تھی۔

تیرا شکر یہ چھپیا، تو نے مجھے نارائن لایا، جو مانگو گی ملے گا۔ پہلے مجھے اس کو مارنے دے۔“ راج مٹھل کی غراتی ہوئی آواز گونجی تو انجلا ” بولی

”فائر کر۔“

لفظ اس کے منہ ہی میں تھے کہ راج مٹھل نے فائر کر دیا۔ کھٹاک کی آواز آئی، تب تک نارائن اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ راج مٹھل کے پستل میں کوئی بلٹ نہیں تھی۔ اس نے وحشیانہ انداز میں در پہ ٹرائیگر دیا، مایوس ہو کر اس نے پستل پرے پھینک دیا پھر چبختے ہوئے بولا

”یہ کس نے دیا مجھے؟“

تیری قسمت نے، بٹیرے ساتھ کوئی نہیں ہے اس وقت، وہ جانتے ہیں کہ اب پہل راج تیرا نہیں ملایا دیوی کا ہے تم بے وقوف ہو جو ملایا دیوی کی طارقت ”

”ہیں سمجھے ہو۔“ اس نے کہا اور نارائن کی طرف دیکھ کر بولی، ”مار دو اس کو۔

چل میں چھوڑ جتا ہوں بیرولی۔“ راج مٹھل نے کہا

نارائن مار دو اس کو۔“ انجلا نے سرد سے لہجے میں کہا تو نارائن ۱۱ گے بڑھا اور راج مٹھل کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں آمنے سامنے تھے۔ راج ” مٹھل میں لوگ رہا تھا جیسے کوئی پرانا ریسرلر ہو خرائن نے اس کے ماتھے پر پستل رکھا اور ٹرائیگر دبا دیا۔ ایک دھمکا ہوا، اس کے منہ سے آواز بھی نہ نکلی اور وہ کٹے ہوئے شہنیر کی طرح گر گیا۔ اس کے ساتھ انجلا کی آواز گونجی

”تم سب چند دن سکون کرو، جو روپیہ تم لوگوں کا ملا، اس سے عیش کرنے کا بھر پتائی ہو کیا کرنا ہے، آؤ نارائن۔“

اس کے ساتھ ہی وہ پلٹی اور واپس چل دی۔ وہ سبھی اس کے ساتھ چل دئیے۔ وہ چاروں فور وپل تک یوں پہنچے جیسے سیر کر کے آئے ہوں وہ جس راستے سے آئے تھے، تقریباً دو گھنٹے بعد واپس انجلا کے اسی بنگلے میں پہنچ گئے۔ پورچ میں اترتے ہی ڈرائیور فور وپل لے گیا۔ اس کے ساتھ وہ نوجوان بھی چلا گیا۔ اندر بڑھتے ہوئے انجلا نے نارائن کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے رومٹوئی انداز میں کہا

”پوری فریش ہو جاؤ، پھر ڈنر لیتے ہیں۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنے بیڈ روم میں لے چلوں گی۔“

کوئی اور وقت ہوتا تو نارائن اس رومٹوئی قرب پر مست ہو جاتا، لیکن اس کے دماغ میں آندھیل چل رہی تھیں۔ وہ بہت کچھ سوچ رہا تھا یہی سوچیں اسے بے سکون کر دینے کے لئے کافی تھیں۔

\*.....\*

رات کا دوسرا پہر تھا نارائن نے انجلا کے بیڈ روم کا دروازہ دیا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے جہازی سائز کے بیٹھر سرخ رنگ کی نائیتی پہلے وہ نیم دراز تھی وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی پھر خمار بھرے لہجے میں بیوں انگریزی میں کہا جیسے وہ نے تاب ہو۔

”میرے بیڈ روم میں خوش آمدید۔“

وہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے بیڈ تک جا پہنچا۔ انجلا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھا لیا، پھر اس کے چہرے پر دیکھتے ہوئے بولی، ”کیا تم خوش“

”ہیں ہو بہل میرے پاس آئے ہیں؟“

ایسی تو کوئی بات نہیں۔“ اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا

پھر یوں تمہارا چہرہ ....؟“ اس نے بے تلی سے پوچھا

بس، میرے دماغ میں ....“ اس نے کہنا چاہا تو انجلا نے تڑپ کر غصے میں کہا

ارے تیرے دماغ کی بہن ....“ یہ کہہ کر اس نے نرم لہجے میں کہا، ”میں جانتی ہوں تم بہت کچھ پوچھنا چاہتے ہو، تمہارے اس دماغ میں بہت کچھ ہے“

میں تمہیں سب بتا دوں گی، آج رات ہی بتاؤں گی، لیکن جب تک تم میرے ساتھ ہو، سب بھلا دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں جب تم صبح میرے بیڈ روم سے جاؤ،

”تمہیں سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔

ڈن ؟“ نارائن نے بے یقینی کے سے انداز میں پوچھا

ڈن۔“ اس نے انگوٹھے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا

نارائن نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور پھر سائیڈ ٹیبل کی لائٹ آف کردی بیڈ روم میں ایک طوفان برپا ہو گیا تھا۔

اس وقت صبح کی نیلیوں روشنی ہر جانب پھیلی ہوئی تھی جس نارائن کی آنکھ کھلی وہ بیڈ پر تھا لیکن اس کے ساتھ انجلا نہیں تھی وہ ایک دم سے پریشان ہو گیا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور بیڈ سے اتر گیا۔ ابھی وہ قدم بڑھنے ہی لگا تھا کہ انجلا بیڈ روم میں داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ترے تھا اور اس میں دو کافی مگ رکھے ہوئے تھے۔ وہ اس کی طرف پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی

”اؤ، ادھر بیٹھ کر کافی پیتے ہیں۔“

نارائن نے ایک طویل سانس لی اور واش روم میں چلا گیا۔ اس نے یقین ہو گیا تھا کہ انجلا نے جو کہا ہے وہ ضرور کرے گی۔ اس نے اپنے چہرے پر پانی کے چھپکے مارے پھر انہیں صاف کر کے انجلا تک چلا گیا، جو بیڈ روم کی اینکسی میں بیٹھی ہوئی تھی وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے مگ اٹھایا اور گرم گرم کافی کا سپ لے لیا تبھی اس نے ماحول کو خوشگوار کرنے کی خاطر بنستے ہوئے کہا

”انجلا، یہ کافی بھی تمہاری طرح بہت گرم ہے۔“

ہاں، کوئی شے گرم نہیں ہوتی، گرم بنا دی جاتی ہے۔“ اس نے بھی عام سے لہجے میں کہا اور خاموش ہو گئی۔ چند لمحے یونہی خاموشی کی نذر ہو ” گئے، پھر وہ ایک بڑا سا سپ کر بولی، ”نارائن، میں کچھ بھی نہیں ہوں، میرا اعتماد، میرا حوصلہ، میری طاقت، میری نہیں ہے یہ سب مجھے ملایا دیوی نے دیا ہے۔ ورنہ میں ایک مجبور، بے بس اور لاچار لڑکی تھی۔ جس کا دل چاہتا مجھ سے کھیل لیتا تھا میرا جسم میرا نہیں رہا تھا۔ خیر،

”تمہارے ذہن میں یہی سوال ہے نا کہ یہ ملایا دیوی کون ہے؟

ہاں، یہی سچ ہے؟“ نارائن نے اعتراف کیا

وہ نہ دکھائی دینے والی ایک سوچ ہے۔ اپنوں کو، مظلوموں کو قوت دینے والی اور دشمنوں کے لئے خوف کی علامت مجھے بالکل نہیں معلوم کہ وہ کون ”

”ہے، لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ اس وقت بھی مجھے دیکھ رہی ہے۔

مطلب، جو یہ رات گزری۔“ نارائن نے طنز پر پوچھا

ہاں، یہ بھی اسے معلوم ہے۔ اسی نے ہی مجھے کہا، یہ ایک رات میرا انعام تھی تم مجھے اچھے لگے ہو۔“ انجلا نے صاف کہہ دیا

پر یہ سب ہے کیا گورکھ دھندا؟“ نارائن نے اچھے ہوئے پوچھا

میں نہیں جانتی، جس طرح کل دوپہر سے پہلے میں تجھے نہیں جانتی تھی۔“ یہ کہہ کر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہوئی، ایک سپ لیا اور پھر کہتی ” چلے گئی، ”مجھے میرے سیل فون پر تمہاری ساری معلومات ملیں اور مجھے کہا کہ میں اسی عمارت میں گھوٹکے کے آفس میں ہوں تلاش کروں اور اپنے پاس محفوظ کرلوں۔ تمہاری تصویر مجھے اچھی لگی۔ میں نے پانچ منٹ میں تجھے تلاش کر لیا پھر جو کچھ ہوا، وہ سب ملایا دیوی کا اپنا کام تھا، مجھے اس کے بارے میں نہیں پتہ کہ وہ کیسے ہوا، کس نے کیا مجھے بس فون پر سب پتہ چلتا چلا جا رہا تھا جس طرح مجھے کہا جا رہا تھا، میں ویسا ”

”یہی کر رہی تھی۔

اور وہ راج مٹھل، وہ خالی پستل؟“ نارائن نے پوچھا

تم شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ میں سیل فون پر کوئی گیم کھیل رہی تھی، ایسا نہیں تھا، وہ معلومات مل رہی تھیں۔ ملایا دیوی کی اتنی رسائی ہے کہ اس نے ” راج مٹھل کے ارد گرد بندوں کو خرید لیا تھا، سب مالیاتی پوری پیسے کے لئے اپنی مل بیچ دیتے ہیں سالے۔“ آخری لفظ کہتے ہوئے اس کا لہجہ انتہائی ترش اور حقارت بھرا ہو گیا تھا۔

سوال یہ ہے انجلا، ملایا دیوی ....“ اس نے کہنا چاہا تو وہ ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتے ہوئے بولی

”پوری بات سن لو، پھر کہنا۔“

بولا، ”اس نے کہا اور ایک بڑا سپ لے کر خالی مگ ایک جانب رکھ دیا

مجھے یہ تک کہا گیا کہ بہت عرصہ ہوا تم کسی لڑکی سے نہیں ملے ہو، میں بھی بھوکی تھی۔ یہ ایک رات مجھے انعام میں ملی، یہ سب میں نے تمہیں ”

”بتا دیا، اب تم جو چاہو سو پوچھ سکتے ہو۔





انداز میں نکال لئے۔ وہ تینوں چوتھی منزل تک جا پہنچے وہ دونوں اس کے آگے آگے تھے ، وہاں اس رابدری میں کوئی بندہ دکھائی نہیں دیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں پر چھٹی ہو ۔ وہاں پر بڑی بڑی کمپنیوں کے آفس تھے ۔ جلد ہی انہیں اپنی مطلوبہ کمپنی کا دافن دکھائی دے گیا۔ وہ دونوں آفس کے اندر چلے گئے ۔

ایک منٹ کے وقفے کے بعد نارائن بھی اندر چلا گیا ۔ آفس کے اندر کا ماحول بڑا خاموش سا تھا۔ وہ دونوں آدمی ایک شخص کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے تھے اور اس سے باتیں کرنے لگے ۔ نارائن اس آفس کا سارا ماحول ویڈیو میں دیکھ چکا تھا۔ یہ سمجھنے میں بالکل بھی پریشانی نہیں ہوتی کہ اس نے کدھر جانا ہے ۔ وہ لنچ ٹائم تھا ، کافی لوگ وہاں نہیں تھے ۔ وہ سیدھا چلتا ہوا اس کمپنی کے مالک کے آفس میں جا پہنچا۔ وہ موٹا مالک ایک صوفے پر لیٹا ہوا تھابہ وقت چنا ہی اس لئے گیا تھا کہ وہاں لوگ کم ہوتے تھے کمپنی کا مالک کھانا کھا کر کچھ دیر کے لئے آرام کرتا تھا، سب لوگ جاتے تھے اس لئے ایسے وقت میں ملاقاتی نہیں آتے تھے خیم تارک کمرے میں وہ داخل ہوا تو ایک لمحہ کے لئے اسے کچھ دکھائی نہ دیا تھا ، اس نے جاتے ہی آفس کی پشت والی دیوار میں بنی کھڑکی کا پردہ سرکا دیا۔ وہ موٹا آدمی انتہائی غصے میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا ۔ اس نے کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ نارائن اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا تبھی اس نے پوچھا

”ابے کون ہے تو ؟“  
 ”میا دیوی ۔“ نارائن نے سرسراتے ہوئے انداز میں کہا تو اس کی ہوا نکل گئی ۔ وہ یوں ہو گیا جیسے ابھی مر جائے والا ہو ۔ وہ ہکلاتے ہوئے بولا ”  
 ”کک .... کک کیا بات ہے ، یوں تم کیسے اندر آ گئے ۔“

”تمہیں مارنے ؟“ یہ کہتے ہوئے اس نے پستل نکال لیا جس پر سائیلنسر لگا ہوا تھا ۔ اس نے نال کمپنی کے مالک کے ماتھے پر رکھی تو نیم مردہ سا مری ہوئی آواز میں بولا  
 ” دیکھو ، میا دیوی جو کہے گی میں مان لوں گا۔ ساری پر اپرٹی ان جھونڈ پٹی والوں کو واپس کر دوں گا ۔“  
 تو لاؤ ، وہ قاتل کدھر ہے ؟“ نارائن نے کہا

ابھی دیتا ہوں ۔“ یہ کہہ کر وہ اٹھوٹو نارائن بھی اس کے پیچھے ہی اٹھ گیا۔ وہ موٹا مالک میز کی دراز تک گیا۔ اس کی چابیل دراز سے لیں اور ساتھ دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی تجوری میں تیزی سے مطلوبہ چابی لگائی اور ایک فائل نکال لی ۔ نارائن نے فائل کی تصویر دیکھی ہوئی تھی۔ اس نے پھر بھی تصدیق کی۔ اس نے فائل کھولی ۔ اس میں دیکھا، اطمینان کرنے کے بعد پوچھا

”.....بی بی فائل ہے یا “  
 ”بھگوان قسم بی بی فائل ہے بس یہ ....“ لفظ اس کے منہ ہی میں رہ گئے تھے ۔ نارائن فائل کرتے ہی تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اپنے کھڑوں پر خون کے ”  
 داغ نہیں لگتے دینا چاہتا تھا۔ اس نے پستل سامنے چھپایا۔ وہ بڑے آرام سے باہر نکل آیا ۔

وہ دونوں ابھی تک وہیں تھے خاترائن اجنبی سے انداز میں ان کے پاس سے گزرا اور پھر آفس سے باہر چلا گیا۔ ایک منٹ کے وقفے سے وہ دونوں بھی باہر آ گئے ۔ وہ لفٹ تک گئے ۔ بی بی لمحے سب سے زیادہ رسک لینے والی تھے ۔ اس دوران اگر موٹے کمپنی مالک کے قتل کا پتہ چل جاتا تو وہ لفٹ ہی میں پھنس کر رہ جاتے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ جاتا تھا۔ وہ بجائے لفٹ کے سیڑھیوں کی جانب بڑھے اور پھر تیزی سے اترتے چلے گئے ۔ انہیں لفٹ سے جانے کی نسبت تین منٹ زیادہ لگے خاترائن کو اس کا احساس بھی نہیں ہوا ۔ وہ بڑے اطمینان سے کار میں بیٹھا اور پارکنگ سے نکل کر آزاد نگر ہی کی جانب چل پڑا۔

ابھی وہ کچھ دور ہی گیا تھا کہ اس کا سیل فون بجا ۔ پھر اس کے ساتھ ہی میسج آ گیا۔ اس نے کھول کر پڑھا تو لکھا تھا کہ جب تک خود کو محفوظ نہ سمجھو یہ سیل فون ضائع مت کرنا اور جیسے ہی خود کو محفوظ سمجھو ۔ اس میں موجود سرخ فولٹر کو کھولنا۔ نارائن نے اندازہ لگایا کہ وہ ساحلی ولا سے تقریباً دس کلو میٹر ہی کی دوری پر ہے ۔ اس نے خود کو محفوظ سمجھا اور سرخ فولٹر کھول لیا۔ فولدر کھلتے ہی اسکرین تاریک ہو گئی ۔ وہ سمجھ گیا سیل فون کے کسی وائرس نے سارے فون کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے ۔ یہ فون اب کسی کام کا نہیں رہا تھا ۔ اس نے راستے میں جاتے ہوئے ایک کچرے کے ڈبے میں پھینک دیا۔  
 \*.....\*

تقریباً ایک ماہ گزر گیا۔ نارائن کے وہی دن اور راتیں تھیں ۔ اسے وہی کام تھا ۔ کھانا پینا ، کسرت کرنی اور سوجنا کبھی کبھار وہ اپنے تینوں ملازمین کے ساتھ گھومنے پھرنے کے لئے باہر بھی چلا جاتا۔ اسے یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ کہیں بیٹھ کر ، کسی ریسٹوران سے کھا پی لینا وہ تینوں سائے کی مانند اس کے ساتھ رہتے تھے ۔

اس شام بھی وہ ٹٹر کر کے اپنے بیڈ روم میں چلا گیا تھا۔ ابھی وہ نیند میں جا ہی رہا تھا کہ اسے خوشبو محسوس ہوئی ۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں ۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی ۔ اس نے ایک عورت کا بیولا دیکھا، جو چلتا ہوا اس کے پاس آ گیا ۔ وہ تیزی سے اٹھا تاکہ اس بیولے کو پکڑ سکے ، تب تک وہ بیولا اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی سائید ٹیل کالیمپ روشن ہو گیا۔ مدیم روشنی میں اس نے دیکھا ، ایک عورت اس کے ساتھ بیڈ کے دوسرے کنارے پر بیٹھی ہے ۔ مدیم روشنی میں وہ اس کے چہرے کو غور سے نہیں دیکھ پا رہا تھا ۔ تبھی وہ عورت بولی  
 اتنا پریشان ہوئے کی ضرورت نہیں میں تمہارے لئے آئی ہوں سنا ہے بہت ساری لڑکیاں تمہاری زندگی میں آتی ہیں ، اب ایک رات مجھے بھی آزما کر ”  
 ”دیکھو ۔“

کون ہو تم ؟“ نارائن نے پوچھا ”  
 ”یہاں اس ولا میں ، تمہارے بیڈ روم تک کس کی اجازت سے آیا جاسکتا ہے ؟“  
 ”میا دیوی ۔“ نارائن نے ہلکے سے کہا تو وہ ہنس دی ”

تو پھر تمہیں چیتنا کس بات کی ہے ، سکون سے پڑے رہو ۔“ وہ عورت خمار بھرے لہجے میں بولی اور اگلے ہی لمحے اس سے لپٹ گئی ۔ خوشبو نے ”  
 جہاں نارائن کو مہکا کر رکھ دیا تھا، وہاں اس عورت کے جسم کی گرمی نے اس کے سارے بدن میں سنسنیٹ پھیل گئی تھی ۔ ان کے درمیان خاموشی چھا گئی تھی مگر ان کے بدن شور مچانے لگے تھے نارائن کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جا رہی تھی کسی کا بدن اتنا پر خلوص بھی ہو سکتا ہے ، اس نے یہ سوچا بھی نہیں تھا۔ تنگی ، بے تابی اور جنون کے رنگ اس کے بیڈ پر بکھر رہے تھے ۔ یہاں تک کہ وہ تھک کر چور ہو گیا ۔ سارا شور ایک سنائے میں بدل گیا۔ ایک طویل خاموشی کے بعد نارائن نے اس سے پوچھا  
 ”کون ہو تم ؟“

اس پر وہ عورت بیڈ سے اٹھی ۔ اس نے کھڑے پہنے اور پھر اس نے کمرہ روشن کر دیا۔ نارائن کے سامنے ایک پتلی سی عورت کھڑی تھی ۔ بدن کے خدو خال بتا رہے تھے کہ جیسے انہیں تڑا شوا گیا ہو ۔ صراحتی دار لمبی گردن ، گول چہرہ اور ہوائے کٹ ہال ، چہرے کے نقوش کو اس نے گور سے دیکھا تو یونلگا جیسے یہ چہرہ اس نے پہلے بھی کبھی دیکھا ہوا ہے ۔ وہ عورت مسکراتی ہوئی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی ۔ چند لمحے خاموشی میں گزر گئے تو وہ بولی

”اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو ؟“  
 ”ہی کہ میں نے تمہیں پہلے کبھی دیکھا ہے ۔“ نارائن نے اعتراف کیا ”  
 ”کچھ بھی یاد نہیں آیا؟“ وہ منمناتے ہوئے بولی ”  
 مجھے یاد نہیں آ رہا شاید ابھی یاد آجائے ۔“ اس نے بے چارگی سے کہا تو وہ ہنس دی چہر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی ”  
 نارائن ، میں میا دیوی کے بہت قریب رہنے والی ، ہر دم اس کے ساتھ رہنے والی ہوں ۔ دنیا میں اسے صرف میننے دیکھا ہے ۔“ اس کے سنسنی خیز ”  
 انکشاف پروہ چونک کر اٹھ بیٹھا ۔

کون ہے وہ اور ....“ نارائن کے منہ سے بے ساختہ نکلا ”  
 یہی تو ساری دنیا جلنا چاہتی ہے ۔ اور جس دن دنیا کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ کون ہے ، اسی دن میا دیوی کا وجود ختم ہو جائے گا ۔“ اس نے انتہائی ”  
 سنجیدگی سے کہا

تو پھر تم مجھے کیوں بتا رہی ہو؟“ نارائن نے جلدی سے پوچھا ”  
 وہ اس لئے کہ میا دیوی چاہتی ہے کہ تمہیں بتایا جائے ۔ ایسا فیصلہ کیوں کیا گیا، ممکن ہے بعد میں پتہ چل جائے ۔“ یہ کہہ کر وہ لمحہ بھر کو خاموش ”  
 ”ہوئی اور پھر کہتی چلی گئی ،“ جانا چاہتے ہو میا دیوی کیسے بنی ؟  
 ہل ، کیسے بنی ؟“ اس نے انتہائی تجسس سے پوچھا ”

ایک لڑکی تھی ، یہی کوئی اٹھارہ سال کی تھی ، ابھی کالج میں پڑھ رہی تھی ۔ جہاں وہ رہتی تھی وہیں کے آس پاس رہنے والے کچھ غنٹوں نے اس کا رپ ”  
 کر لیا۔ اس نے شور نہیں مچایا ، اس دکھ کو سہہ گئی۔ اس نے صرف اپنی ماں کو بتایا۔ اس کی ماں نے فوراً اس کی شادی کا بندوبست کر دینا چاہا۔ وہ لڑکی اپنے کالج فیلو کو چاہتی تھی ۔ اس نے کوشش کی کہ کسی طرح اس کے ساتھ شادی ہو جائے مگر نہ ہو سکی ۔ جہاں اس کی ماں نے کہا، اس نے وہاں شادی ”  
 ”کرنا پڑی ۔ وہ سسرال چلے گئی ۔  
 پھر ....“ وہ بولا ”

اس کا پتی بہت خبیث نکلا ۔ وہ اس سے اونچے لیول کا دھندہ کروانا چاہتا تھا وہ چھوٹا موٹا ٹھیکیدار تھا ، بڑا ٹھیکیدار بننے کے لئے اپنی پتی کو آفسیروں ”  
 کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا ۔ اسے مارا پٹا، اور اسے غنٹوں کے رپ کی ساری کہانی سنا دی ۔ وہ رپ بھی اسی نے کروایا تھا تاکہ اس کی ماں اسے



اسی کے ساتھ بیاہ دے۔ ان کے پاس دوسرا آپشن ہی نہ رہے وہ لڑکی بے بس ہو گئی۔ اس کے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ عورت یہ کہتے ہوئے ایک دم سے خاموش ہو گئی

”کیا کیا پھر اس لڑکی نے؟“ اس نے پوچھا

انہی دنوں اس کی ملاقات اپنے کالج فیلو سے ہوئی۔ اس نے اپنا سارا دکھڑا اسے سنا دیا اور مدد مانگی کہ کسی طرح اس کے پتی سے اس کی جان ”چھوٹ جائے۔ اس کے کلاس فیلو سے اور تو کچھ بن نہ پڑا، اسے یہی کہا کہ چند دن تک تمہارے شوہر سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا۔ اس کا شوہر کسی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس لڑکی کو انشورنس کے علاوہ بہت پیسہ ملا۔ اس نے سب جمع کیا اور وہل سے ”گھر بیچ کر کسی دوسری جگہ چلی گئی یہ سب اس نے اپنے کلاس فیلو کے کہنے پر کیا۔

اس کلاس فیلو نے اسے جرم کے عاستے پر لگا دیا۔“ نارائن کو کہانی کچھ سمجھ میں آنے لگی تھی۔

نہیں اس نے کچھ نہیں کیا وہ کمپیوٹر بیکر تھا۔ اس کی مدد سے لوگوں کا پیسہ چراتا تھا کمپنیوں کے راز فروخت کرتا تھا اور لوگوں کو بلیک میل کرتا تھا۔ اس نے اس لڑکی کو کمپیوٹر پڑھنے کا کہا۔ وہ خود بھی اسے سمجھاتا اور سکھاتا۔ اس لڑکی نے تین برس دن رات ایک کر دینے یہ سب لڑکے کے اپنے فائدے کے لئے تھلہو لڑکی اس کی مددگار بن گئی۔ اس لڑکی نے لکڑی لی اور ایک سو فٹ ونیر کمپنی میں ملازمت کر لی۔ اسے وہل جا کر پتہ چلا کہ زندگی کیا ہوتی ہے۔ ایک کارپوریٹ آفس میں اس کی ساری ناسودہ خواہشیں جگمگاتیں۔ اس نے اپنے کلاس فیلو کے ساتھ مل کر اپنی ایک چھوٹی سی ”کمپنی بنائی اور پھر دن رات محنت کرتے چلے گئے۔

انہوں نے آپس میں شادی کر لی تھی؟“ نارائن نے پوچھا

ارے کہل، وہ ویسے ہی ایک دوسرے کے ساتھ خوش تھے۔ دونوں ہی غربت کی پیداوار تھے۔ انہیں بچے نہ بننا چاہیے تھے وہ اس جھمیلے ہی میں نہ بیٹھنا چاہتے تھے۔ اور یہ گھر کی زندگی وہ چاہتے ہی نہیں تھے۔ خیر۔! ایک دن اس لڑکی کا کلاس فیلو بلیک میلنگ کے چکر میں مارا گیا۔ اس دن اس لڑکی کو سوچ آئی کہ جرم کی دنیا میں اگر رہنا ہے تو ایک طاقت بن کر، ورنہ خاموشی سے نکل جائے۔“ یہ کہہ کر وہ عورت خاموش ہو گئی

پھر کیا فیصلہ ہوا؟“ اس نے پوچھا

یہی کہ وہ اس دنیا سے اب نہیں نکل سکتی، مگر طاقت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کے پاس صرف ایک ہی راز تھا کہ جس طرح اس کی اپنی ناسودہ خواہشیں اس کی طاقت بن گئیں، اسی طرح نجانے کتنے لوگ اپنی حسرتیں، خواہشیں اور امیدیں لئے پھرتے ہیں۔ بس ان میں استعمال کر لیا جائے۔ اس نے ابتدا اپنے ہی آفس سے کی۔ ان لوگوں کو نوازنا شروع کر دیا۔ وہ جتنی طاقتور ہوتی چلی گئی، اس نے اتنا ہی خود کو چھپا لیا۔ یہ کہہ کر وہ عورت خاموش ہو گئی۔ اس پر نارائن نے پوچھا

”اس کا مطلب ہے مایا دیوی کسی انی ٹی کمپنی کی مالک ہے؟“

ایک نہیں اب تو کتنی ہی وہ اپنی دولت کے تین حصے کرتی ہے، ایک اپنے لئے، دوسرا اپنے لوگوں کے لئے اور تیسرا مایا دیوی کی حفاظت کے لئے ”اس کا حکم کئی جگہوں سے ہوتا ہوا کسی تک جا پہنچتا ہے۔ وہ کبھی کسی کے سامنے نہیں آئی۔“ یہ کہہ کر وہ عورت مسکرا دی۔

”میرا سوال وہیں ہے، وہ مجھ پر اتنی مہربان کیوں ہے؟“

یہ تم خود سے کیوں نہیں پوچھتے ہو؟ کوئی وجہ تو ہوگی۔“ اس عورت نے کہا اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کہل چل دی ہو، ابھی تو رات باقی ہے۔“ اس نے عورت کے بدن کو دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے اپنا پرس اٹھایا، اس میں سے ایک سیل فون نکال کر ”وہیں سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے دھیمے سے لہجے میں بولی

مجھے جانا ہوگا۔ یہ سیل فون رکھ دیا ہے۔ کل دس بجے، اسی طرح ولا سے دور جا کر کھولنا۔“ یہ کہہ کر اس نے حسرت سے نارائن کو دیکھا اور پھر ”مڑ کر بیڈ روم سے نکلتی چلی گئی جب تک وہ کپڑے پہن کر باہر نکلا، وہ پورچ میں موجود ایک شاندار کھڑی گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی نارائن واپس اپنے بیڈ پر آیا۔ اس نے سیل فون دراز میں رکھ کر وقت دیکھا، رات ختم ہونے والی تھی۔ وہ حسب معمول سب کچھ بھلا کر سو گیا۔

.....

نارائن ولا سے دس کلومیٹر سے بھی زیادہ فاصلے پر چلا گیا۔ اس نے جوہو ساحل کی ایک پارکنگ میں کار روکی اور ٹیلتا ہوا ساحل پر چلا گیا وہ ایک بیٹھ گیا جب سے سیل فون نکالا اور اسے کھول لیا پہلے کی طرح ایک ہی نمبر تھا اور اسی سے میسج بھی آیا ہوا تھا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ اس میں ایک ہی ویڈیو ہے اسے غور سے دیکھنا اس نے ویڈیو چلایا تو اس میں وہی رات والی عورت تھی وہ کہہ رہی تھی

نارائن، مجھے یہ دکھ ہمیشہ رہے گا کہ تم نے مجھے پہچانا نہیں کبھی سمیٹا دیوی تمہاری محبوبہ ہوا کرتی تھی، کیا تم نے مجھ میں کچھ بھی محسوس نہیں کیا۔ ہمیشہ بے غیرت نکلا تھا وہ ساری کہانی میری ہے جو میں نے تمہیں سنائی۔ کہیں بھی تم نے اپنا پن محسوس نہیں کیا میں اتنی بدل گئی ہوں؟ میں مانتی ہوں کہ اپنی شخصیت بدلنے کے لئے میں اپنا چہرہ پلاسٹک سرجری سے تھوڑا سا بدل لیا، مگر محبت کرنے والے تو ساتوں سے پہچان لیتے ہیں جب مجھے بوش آیا تو سب سے پہلے مینٹے تجھے تلاش کیا جبکہ تم نشے مینگم ہو چکے تھے۔ مینٹے تمہیں بڑی آسائش والی زندگی دینا چاہی مگر تم ہر بار خود ہی انکار کرتے رہے میری محبت نے اس دن جوش مارا تھا جب تم نے ایک عام سی کال گرل کو میرا نام دیا تھا مینٹے اسے فلم سٹار بنا دیا تم نے اچھا کیا اسے قتل نہیں کیا۔ جو فائل مینٹے تم سے منگوائی وہ گنگا نگر کے واسیو کی تھی۔ میں تمہارے ساتھ اس دنیا میں رہنا چاہتی تھی، مگر تم نے مجھے پہچانا ہی نہیں۔ پہچان جاتے تو یہ ویڈیو نہ دیکھ رہے ہوتے۔ خیر، اس ویڈیو کے ختم ہو جاتے ہی یہ سیل فون بے کار ہو جائے گا تم اب واپس ولا نہ بیٹھنا سکتے۔ تم نے میری طاقت کا اندازہ لگا لیا ہے لیکن اس جرم کی دنیا میں مجھ سے بھی بڑے بڑے بلکہ بہت بڑے مجرم پڑے ہیں۔ میں بھی ایک دن راز بن جاؤں گی۔ تم پلٹ کر گنگا نگر چلے جاؤ۔ تمہارے دوست مائے کو میں وہ فائل دے دی ہے۔ وہ وہیں بے گنگا نگر، تم بھی وہیں جا کر لوگوں کی خدمت کرو، یہی تم جھوٹے پٹی والوں کی قسمت ہے۔

ان لفظوں کے ساتھ ہی ویڈیو ختم ہو گیا ایک لرزا ہوا اور اسکرین تاریک ہو گئی۔ بالکل اس کی قسمت کی طرح۔ وہ چند لمحے فون کو دیکھتا رہا اور پھر زور سے سمندر میں پھینک دیا۔

.....